My Telegram Channel : New Madarsa

الحل المسعود

لحل

اسئلۃ ابی داؤد

مرتب

محمد عثمان رنسورہ ہردواری

تقریظ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی استاذ دار العلوم دیوبند

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی ابو جندل صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ مظفر نگر

مکتبہ نسیمیہ رنسورہ ہردوار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ

الحل المسعود

لحل

اسئلۃ ابی داؤد

مرتب

محمد عثمان ہریدواری متعلم دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تفصیلات

نام کتاب: الحل المسعود لحل اسئلة ابی داؤد
مرتب: محمد عثمان ہریدواری متعلم دارالعلوم دیوبند
باہتمام: برادر گرامی جناب قاری محمد رضوان صاحب
مدرس مدرسہ بحرالعلوم کشن پور مظفرنگر (یوپی)
کمپیوزنگ: محسن گرافکس محمد یامین فون:09756910091
09997854586
ناشر: مکتبہ نسیمیہ رنسورہ ہریدوار
سن اشاعت: رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

ملنے کے پتے

مکتبہ حجاز دیوبند، کتبخانہ نعیمیہ دیوبند، الامین کتابستان دیوبند،
دارالکتاب دیوبند،
دیوبند کے اکثر کتبخانوں پر دستیاب ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

(۱) مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کی آغوش میں رہ کر کچھ پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا

(۲) مشفق والدین کے نام جن کی مشفقانہ اور مخلصانہ تربیت اور نیک دعاؤں نے اس لائق بنایا۔

(۳) تمام اساتذہ کرام کے نام جن کی مخلصانہ تربیت نے مجھے یہاں تک پہونچایا۔

(۴) اوران تمام مدارس اسلامیہ کے نام کہ جن کی فضاء میں رہ کر بندہ نے علم حاصل کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین . اما بعد !

مدارس اسلامیہ میں درس نظامی کی کتابیں جس انداز سے ماضی میں پڑھائی جاتی تھیں آج بھی اللہ کے فضل وکرم سے اسی انداز سے پڑھائی جارہی ہیں اس میں اب تک کوئی نقص پیدا نہیں ہوا طلبہ ماضی میں بھی اس معیار کے ہوتے تھے جس معیار کے حال میں ہیں بس فرق صرف شوق اور لگن کا ہے اولین اور سابقین میں شوق اور لگن بدرجہ اتم موجود تھا اور اس دور میں برائے نام ہی ہے ایسا بالکل نہیں ہے کہ ماضی کے طلبہ ذکی و ذہین اور جید الاستعداد تھے اور حال کے نہیں ہے بلکہ آج کے دور میں سامان عیش وعشرت کی بہتات ہے اور خصوصاً موبائیل کہ جس میں اکثر طلبہ ملوث ہیں لہٰذا ان رنگینیوں میں مشغولیت نے طلبہ کو محنت کرنے سے روک دیا اب ظاہر بات ہے کہ جب ان عیش و عشرت میں رہیں گے اور محنت کم کریں گے تو امتحان کے وقت اپنا مقصد یاد آنے لگے گا اور کہا گیا ہے کہ عند الامتحان یکرم الرجل او یھان اور ظاہر ہے کہ اپنی توہین کسی کو برداشت نہیں ہوتی مگر طلبہ جب کتابوں کی پیچیدہ عبارتوں اور پچھلے سوالات میں عبارت کے ضمن میں آنے والے غیر متوقع جزیئے کو دیکھتے ہیں تو طلبہ کو تلاش بسیار کے باوجود بہت سی شرحوں میں وہ جزیئے نہیں ملتے تو پھر وہ ہمت ہار جاتے ہیں اور اس وقت احساس کمتری کے شکار ہوکر کچھ نہیں کرپاتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو ایسی حالت میں یہ مناسب سمجھا گیا کہ اردو زبان میں ابوداؤد شریف کا ایک ایسا نوٹ تیار کیا جائیں کہ جس میں سوالات میں عبارت کے ضمن میں آنے والے تمام جزیئے آجائیں اس نوٹ کا مقصد محض حل سوالات کرنا قطعاً نہیں ہے بلکہ ان تمام جزئیات کو حل کرنا ہے جو عموماً مدارس اسلامیہ میں طلبۂ عزیز کی ذہنی پرواز کو پرکھنے کے لئے سوالات ہیں پوچھے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہر طالب علم کی معاشی حالت اتنی مستحکم نہیں ہوتی کہ وہ حل ابوداؤد کے لئے کتابیں خریدے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ مختصر نوٹ تمام طلبہ کے لئے کافی معین ومفید ثابت ہوگا۔

بندہ کی یہ پہلی کاوش ہے بندہ اس لائق نہیں تھا کہ حدیث پاک کی خدمت کے اس نازک میدان میں قدم رکھے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس کتاب میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں گی اور چونکہ خطاونسیان انسان کا خاصہ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الله لاينظر الى صوركم بل ينظر الى قلوبكم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نوٹ کو استفادہ کے قابل سمجھا جائے لہٰذا اس کتاب میں جو خامیاں رہ گئی ہیں وہ احقر کی کوتاہی سے ہے اور جو خوبیاں ہیں وہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مخلصانہ درخواست ہے کہ اگر کوئی لغزش اور خامی نظر آئے بغرض اصلاح مفید مشوروں کے ساتھ ضرور مطلع فرمائیں آپکا ممنون ومشو، ہونگا، اس نوٹ کے اندر تقریباً اکثر مضامین مستند شروح وحواشی کے حوالجات کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں البتہ ترجمۂ حدیث شریف کے تعلق سے اکثر وبیشتر السمح المحمود کا سہارا لیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رائے گرامی ومعاونین

میرے لئے بڑی ناسپاسی ہوگی کہ اگر میں چند مخلص احباب کا ذکر نہ کروں کہ جن کے مفید مشوروں نے ہر موڑ پر ہمت افزائی فرمائی۔

خصوصاً مولوی سعید الزماں ومولوی محمد انتظار ومولوی آس محمد مظفر نگری اور مولوی محمد موسیٰ، مولوی محمد اکرم راجستھانی کہ جو میرے لئے بہترین مشیر ثابت ہوئیں۔

اور دوسرے چند وہ احباب جو اس میں میرے لئے بے حد معاون ثابت ہوئے اور ہر موڑ پر میری حوصلہ افزائی فرمائی خصوصاً مولوی محمد عثمان مظفر نگری مولوی وسیم احمد بجنوی مولوی عبدالرؤف بلند شہری وغیرہ رفقاء درس متعلقین حضرات لائق صد شکر ہیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ احقر کے ساتھ ساتھ ان مخلص حضرات کو بھی دعاء خیر میں یاد رکھیں اور پروردگار عالم جو سیات کو حسنات تبدیل فرما دیتا ہے احقر کی اس حقیر کوشش کو صدقۂ جاریہ کے طور پر قبولیت عامہ سے نوازے آمین یارب العالمین

احقر العباد

محمد عثمان ابن حافظ نسیم احمد صاحب

رنسورہ ضلع ہردوار اتراکھنڈ (الہند)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت اقدس مولانا جمیل احمد صاحب استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

درس نظامی کے نصاب میں ابوداؤد شریف اہم کتاب ہے جس میں متنِ حدیث کے علاوہ سندِ حدیث پر بھی کلام کیا گیا ہے مصنف کتاب قال ابوداؤد کہہ کر سند ہی پر کلام کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ صحت وسقم کے اعتبار سے حدیث کا درجہ متعین فرماتے ہیں، سند حدیث پر کلام کی وجہ سے یہ کتاب درس میں مشکل شمار کی جاتی ہے اس کو آسان کرنے کے لئے عربی اردو میں بہت سی شرحیں لکھی گئیں ہیں عزیز محترم مولوی محمد عثمان ہریدواری متعلم تکمیل تفسیر دارالعلوم دیوبند نے بھی سوال وجواب کے انداز میں ابوداؤد شریف کی بہت سی احادیث کو حل فرمایا ہے یہ کتاب امتحان کے سوالات حل کرنے کے سلسلہ میں طلبہ کے واسطے بہت مفید ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عامہ تامہ عطا فرمائے۔

اور عزیز موصوف کو مزید کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

جمیل احمد

استاذ دارالعلوم دیوبند

یکم رجب ۱۴۳۲ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تصحیح ونظر ثانی

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوجندل صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ مفظر نگر

حامداً ومصلیا و مسلماً ! اما بعد :

قرآن وحدیث میں کسی بھی نوع کا اشتغال بہت ہی مبارک اور سعادت کا ضامن ہے، اس وقت بندہ کے سامنے عزیز مکرم ''مولوی محمد عثمان ہریدواری''، متعلم شعبۂ تکمیل تفسیر دارالعلوم دیوبند کا تالیف کردہ رسالہ ہے، جس میں عزیز موصوف نے ابوداؤد شریف کی منتخب احادیث شریفہ کو حل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، یہ تالیف نوٹس کی شکل میں ہے، جس میں آں موصوف نے پہلے حدیث شریف نقل کی ہے، اس کے بعد بطرز امتحان مختلف سوالات قائم کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں۔

خطاء ونسیان سے تو کوئی بشر خالی نہیں لیکن عزیز موصوف کی یہ تحریر دورِ طالب علمی کی ہے، اور نقشِ اول ہے، ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''۔

بندۂ حقیر کی دلی دعا ہے کہ اس رسالے سے طلباء وعلماء کو فیضیاب فرمائے اور مرتب و جامع کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور شرورفتن سے محفوظ فرما کر دینِ متین کی خدمت کے لئے بے حد قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین..

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

احقر ابوجندل قاسمی

خادم تفسیر وحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ مفظر نگر یوپی

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحل المسعود

لحل

اسئلۃ ابی داؤد

جلد اول

مرتب

محمد عثمان ہریدواری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوداؤد شریف ص ۲

(۱) سوال: بَابُ التَّخَلِّی عِندَ قَضَاءِ الحَاجَةِ: عَنِ المُغِيرَةِ بنِ شُعبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَاذَهَبَ المَذهَبَ اَبعَدَ.

(الف) حدیث بالا کا ترجمۃ الباب سے بظاہر تعلق معلوم نہیں ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں تخلی کا ذکر نہیں (ب) ابعد فعل متعدی ہونے کی وجہ سے محتاج مفعول ہے حدیث میں مفعول کو کیوں نہیں ذکر کیا (ج) المذھب میں میم مصدری ہے یا ظرف کی یا دونوں کا احتمال ہے اگر دونوں کا احتمال ہو تو اس کی تشریح فرما کر ابعاد کی تحدید کسی حدیث سے فرمایئے (د) حدیث مذکور بظاہر حدیث ابن عمرؓ لقد ارتقیت علیٰ ظهر البيت فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ لَبِنَتَيْنِ مُستقبل بيت المقدس لحاجته کے معارض ہے، آپ تعارض کو دفع کریں۔

جواب (الف) حدیث کی باب سے مناسبت بطریق استنباط ثابت ہوگی کیونکہ ترجمۃ الباب کا مقصد تخلی یعنی خلوت اختیار کرنے کو ثابت کرنا ہے اور حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے جاتے تو دور جاتے اور ظاہر بات ہے کہ جب آدمی دور جائیگا تو خلوت حاصل ہو ہی جائیگی؛ لہٰذا ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا۔

(ب) یہاں ابعد لازم کے معنیٰ میں ہے لیکن اس میں بعد کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے بعد کے معنی ہیں دور ہوا اور ابعد کے معنیٰ ہیں دوری اختیار کی (درس ترمذی جلد نمبر ۱: ص ۲۱۹۔)

لیکن حضرت الاستاذ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے بتلایا تھا کہ کبھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مفعول بہ کو حذف کردیا جاتا ہے توسعاً (وسعت پیدا کرنے کے لئے) یعنی کثرت معانی مراد لینے کی وجہ سے کیونکہ اگر مفعول کوذکر کردیں گے تو تخصیص وتحدید ہوجائیگی اس وجہ سے مفعول کوذکر نہیں کرتے۔

(ج) دونوں کا احتمال ہے: اگر مصدر مانیں گے تو کہیں گے جب آپ ﷺ جاتے جانا (قضاء حاجت کیلئے) تو بہت دور جاتے: اور جب اسکوظرف مکان مانیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ جاتے جانے کی جگہ (بیت الخلاء) تو بہت دور جاتے: ابعاد کی تحدید میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما کی روایت ہے قال انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلَّم کانَ اِذَا أرَادَالبرازَ انْطلَقَ حتیٰ لایرہ.

(د) دوطرح سے تعارض کا دفع ہے۔

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث یعنی حدیث باب سفر سے متعلق ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضر سے متعلق ہے یعنی سفر میں جہاں پڑاؤ ہوتا تھا وہاں استنجاء نہ فرماتے تھے بلکہ فاصلہ پر جاکر استنجاء کرتے تھے۔

(۲) حضرت جابرؓ کی روایت ابتدائی دور کی ہے اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتی تھی اسلئے دور جاتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت بعد کے زمانے کی ہے اسوقت گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام ہوگیا تھا: جب زمانہ بدل گیا تو تعارض ختم ہوگیا۔

ابوداود شریف ص ۳

(۲) سوال: عن مَعْقِلِ بنِ اَبی مَعْقِلِ الأسدِیِّ قالَ نھیٰ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلَّم اَنْ نَستَقبِلَ الْقِبلَتَینِ بِبوَلٍ او غائطٍ.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے (ب) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار میں ائمہ کرام کے مذاہب تحریر کریں اور حنفیہ کے مذہب کو ترجیح دیجئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حدیث مذکور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث لقد ارتقیت علیٰ ظهر البیت فرأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بيتِ المقدس لِحاجته کے معارض ہے آپ تعارض کو دفع کریں۔

جواب (الف) حضرت معقل بن ابی معقلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کے وقت دو قبلوں (بیت اللہ اور بیت المقدس) کا استقبال کرنے سے منع فرمایا۔

(ب) اس مسئلہ میں بہت سے اقوال ہیں مگر ضروری اقوال یہ ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اس باب میں چار قول مروی ہیں

(۱) استقبال و استدبار مطلقا مکروہ تنزیہی ہیں مطلقا کا مطلب ہے صحراء (کھلی جگہ) ہو یا بنیان (عمارت) دونوں جگہ استقبال و استدبار مکروہ تنزیہی ہیں

۲/ دونوں مطلقا مکروہ تحریمی ہیں اور یہ ہی قول مفتی بہ ہے۔

۳/ استدبار مطلقا جائز ہے اور استقبال مطلقا مکروہ تحریمی ہے۔

۴/ استدبار صرف بنیان میں جائز ہے اور استقبال دونوں جگہ نا جائز ہے یہ قول درحقیقت امام ابو یوسفؒ کا ہے مگر حکماً یہ قول بھی امام اعظمؒ کا شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک استقبال و استدبار دونوں بنیان میں جائز ہیں اور صحراء میں ناجائز ہیں.

امام احمدؒ سے تین قول مروی ہیں ۱/ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے قول کے موافق ۲/ احناف کے مفتی بہ قول کے موافق؛ یعنی دونوں مطلقا مکروہ تحریمی ہیں ۳/ استدبار مطلقا جائز ہے اور استقبال مطلقا ناجائز داؤد ظاہری ربیعۃ الرائ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک استقبال و استدبار مطلقا جائز ہیں (تحفۃ الالمعی جلد ۱/ صفحہ ۲۰۶۔)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حنفیہ کے مذہب کو ترجیح مختلف وجوہات سے حاصل ہے مگر میں صرف دو کا ذکر کرتا ہوں

۱ر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت قولی ہے اور مخالف روایت فعلی ہے اور قاعدہ ہے کہ تعارض کے وقت قولی حدیث راجح ہوتی ہے

۲ر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت مُحرِّم ہے اور مخالف روایت مبیح ہے اور یہ بھی ضابطہ ہے کہ تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔

(ج) دفع تعارض اس طرح ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں کئی احتمال ہیں

۱ر آپ ﷺ اصل میں کعبہ کا استقبال کیے ہوئے نہ ہوں لیکن حضرت ابن عمرؓ کو دیکھ کر بتقاضۂ حیاء آپ ﷺ نے اپنی ہیئت بدلی ہو اور اس تبدیلی کی وجہ سے استقبال قبلہ متحقق ہو گیا ہو۔

۲ر آپ ﷺ پورے طریقہ سے مستدبر نہ ہوں اور حضرت ابن عمرؓ دور سے اس معمولی انحراف کا ادراک نہ کر پائے ہوں۔

۳ر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہو کیونکہ آپ ﷺ کے فضلات پاک ہیں لہذا بعید نہیں آپ ﷺ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں آپ ﷺ کعبہ سے افضل ہیں اور اعلیٰ کے ذمہ ادنیٰ کی تعظیم نہیں ہوتی۔ تحفۃ الالمعی جلد ا صفحہ ۲۰۹۔

ابوداود شریف ص ۳

(۴) سوال: عن أبی أیوبَ روایة قال اذا اَتیتُمُ الغائط فلاَ تَستقبلوا القِبْلَةَ بِغائطٍ ولا بولٍ ولکن شرِّقوا او غرِّبوا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث کا مطلب بیان کریں خاص طور سے روایۃً شرقوا اوغربوا کا مفہوم واضح کریں (ب) بتلائیں کہ روایۃً سے حدیث کی حیثیت پر کیا اثر پڑیگا (ج) استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ عند الغائط میں ائمہ کرام کے مذاھب اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں آؤ تو پاخانہ پیشاب کرتے وقت قبلہ کی سمت منھ مت کرو لیکن مشرق کی جانب یا مغرب کی جانب منھ کرو یعنی یا تو مشرق کا رخ کرو یا مغرب کا رخ کرو؛ یہ حکم مدینہ طیبہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ وہاں سے قبلہ جنوب کی سمت میں واقع ہے جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے. جیسے ہم ہندوستانی لوگ مشرق میں رہتے ہیں ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ جنوب یا شمال کی طرف منھ یا پیٹھ کریں۔

روایۃً: ای یروی روایۃً؛ روایۃً مفعول مطلق ہے۔

شرقوا اوغربوا کا حکم مدینہ والوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو کعبہ سے شمال یا جنوب کی جانب رہتے ہیں اور جو لوگ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں جیسے ہم لوگ مشرق میں رہتے ہیں ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منھ یا پیٹھ کریں۔ تحفۃ الالمعی جلد ا صفحہ ۲۱۰۔

(ب) روایۃً سے حدیث کی حیثیت پر یہ اثر پڑیگا کہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوجائیگی: وہی فی حکم المرفوع حاشیہ ابوداود شریف۔

(ج) استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ عند الغائط میں ائمہ کرام کے مذاہب سوال نمبر ۲ میں گذر گئے ہیں مگر دلائل وہاں مذکور نہیں ہے دلیل یہ ہے امام اعظمؒ کی دلیل. حضرت ابوایوب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انصاریؓ کی روایت ہے اذا اتیم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بولٍ ولا تستدبروھا کیونکہ اسمیں استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ کی ممانعت بالکل عام ہے آبادی اور صحراء کی کوئی قید نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کی دلیل ابن عمر کی حدیث قال لقد ارتقیت یوماً علیٰ بیت حفصة فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ حاجته مستقبل الشام مستدبر الکعبة۔ اس حدیث میں استدبار کا جواز ثابت ہوتا ہے اور استقبال کو اس پر قیاس کرتے ہیں یعنی بنیان میں دونوں کو جائز اور صحراء میں ناجائز کہتے ہیں۔

امام احمدؒ. ان کے تین اقوال ہیں جس قول کو بھی مانے تو اسی قول کے اعتبار سے دلیل ہوگی: مثلاً ان کے نزدیک تیسرا قول ہے استدبار مطلقاً جائز ہے تو اس کی دلیل اوپر والی حدیث ہوگی یعنی ابن عمرؓ کی حدیث؛ اور استقبال مطلقاً ناجائز ہے تو اس کی دلیل حضرت معقل کی حدیث نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببولٍ او غائطٍ.

ابوداود شریف ص ۴

(۴) سوال: عن همّامٍ عن ابنِ جُرَيجٍ عن الزُّهريِّ عن أنسٍ قال كان ألنبیُ صلی اللہ علیه وسلم اذا دَخلَ الخلاءَ وَضعَ خاتمَهٗ قال ابو داؤد هذا حديث منكر". والوهمُ فيه من همّامٍ وَلَمْ يَروِهٖ الَّا هَمّام

(الف) ہمام ثقہ ہیں پھر ابوداودؒ کا اس کو منکر کہنا کیوں صحیح ہوگا پہلے منکر کی مختلف تعریفات بیان کریں پھر تحریر کریں کہ امام ابوداودؒ نے کس اعتبار سے منکر کہا ہے (ب) ہمام کا کوئی متابع موجود ہے یا نہیں اور امام ترمذیؒ نے اس پر کیا حکم لگایا ہے تحریر کریں (ج) کیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاندی کی انگوٹھی پھینکنے کا واقعہ صحیح ہے یا سونے کی انگوٹھی کو آپ ﷺ نے پھینکا تھا وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب (الف) منکر کی تعریف میں دو قول ہیں۔

ا۔ منکر وہ حدیث ہے جسکی سند میں کوئی راوی شدید الضعف ہو مثلاً متہم بالکذب ہو اور وہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہا ہو۔

۲۔ دوسرا قول منکر کی تعریف میں یہ ہے کہ اس کے اندر راوی شدید الضعف ہو اس سے بحث نہیں کہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہا ہے یا نہیں السمح المحمود صفحہ ۹۴۔

امام ابوداؤدؒ نے اس اعتبار سے منکر کہا کہ ہمام بن یحییٰ (جو ابن جریج کے واسطے سے زہری سے روایت کرتے ہیں) سے یہاں پر دو وہم سرزد ہوئے ہیں، ایک کا تعلق سند سے ہے اور دوسرے کا تعلق متن سے ہے: سند میں تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ جریج اور زہری کے درمیان ایک واسطہ چھوڑ دیا اور یہ واسطہ زیاد بن سعد کا ہے یعنی عن جریج عن زیاد بن سعد عن الزهری اصل سند اسطرح ہے؛ اور متن سے متعلق یہ وہم ہوا کہ اصل متن اس سند کا وہ نہیں تھا جو ہمام نے ذکر کیا بلکہ وہ ہے جو ابن جریج کے دوسرے تلامذہ (عبداللہ بن الحارث مخزومی ابو عاصم هشام بن سلیمان وغیرہ) نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ امام ابوداؤدؒ نے ذکر کئے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من ورق ثم القاہ تو گویا ہمام سے دو غلطیاں ہوگئیں ایک ترک واسطہ کی اور دوسری تبدیلِ متن کی کہ مذکورہ متن کی جگہ نقل کر دیا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمه لہذا حدیث منکر ہوگئی؛ مگر مصنفؒ کے دعویٰ پر نقد یہ ہے کہ حدیث مذکور پر منکر کی تعریف صادق نہیں آتی لہذا حدیث کو منکر کہنا غلط ہے اسلئے کہ حدیث منکر کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تعریف میں دوقول ہیں اور دونوں تعریفیں یہاں صادق نہیں آتی غرضیکہ ہردوقول کی بناء پر حدیث منکر کیلئے ضروری ہے کہ اس کے اندر کوئی راوی شدید الضعف ہو اور کتب رجال سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمام ایسے راوی نہیں ہیں بلکہ وہ صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں ان کی طرف وہم کی نسبت کرنا صحیح نہیں، حافظ ابن قیمؒ کی رائے وہ اپنی تہذیب السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں منکر بمعنیٰ معلول ہے اور امام ابوداؤدؒ کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا؛ توضیح اسکی یہ ہے کہ ہمام اگرچہ ثقہ راوی ہیں لیکن بہرحال متکلم فیہ اور اپنے دوسرے ساتھیوں سے اختلاف کررہے ہیں کیونکہ وہ اس سند سے یہ قصہ نقل نہیں کرتے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو انگوٹھی اتارلیا کرتے تھے اور درحقیقت یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے تصحیح کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی تغریب بھی کی ہے۔

(ب) ہمام کا متابع موجود ہے حاکم ابوعبداللہ نے اپنی مستدرک میں یحیٰ بن المتوکل بصری کو بتایا ہے اور دارقطنی نے کتاب العلل میں یحیٰ بن ضریس کو بتایا ہے. حاشیہ ابوداؤد شریف

۶ امام ترمذیؒ نے اس پر ھذا حدیث حسن غریب کا حکم لگایا ہے۔

(ج) حدیث کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی لیکن پھر آپ ﷺ نے اس خاتم ذہب کو پھینک دیا اور سونے کے استعمال سے مردوں کو قطعاً منع فرمادیا پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور آخری حیات تک اسی کو استعمال فرماتے رہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا۔

اور چاندی کی انگوٹھی کے پھینکنے کے سلسلہ میں حضرت مولنا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک لطیف توجیہ یہ کی ہے کہ زہری کی وہ روایت جس میں چاندی کی انگوٹھی کو پھینکنے کا ذکر ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے مراد قضاء حاجت کے وقت انگوٹھی اتار کر رکھنا ہے۔ بذل جلد ا صفحہ ۱۴۔
اور جمہور محدثین نے اس روایت کو امام زہری کا وہم قرار دیا ہے اسلئے کہ یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی کو نہیں پھینکا تھا بلکہ سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا چاندی کی انگوٹھی تو آپ ﷺ کے پاس اخیر عمر تک رہی ہے السمح المحمود صفحہ ۹۳۔

ابوداؤد شریف ص ۳

(۵) سوال: قال نا وكيع عن الاعمش عن رجل عن ابن عمر أنَّ النبىَّ صلى الله صلى الله عليه وسلم كانَ اذا أرَادَ حاجَةً لايَرْفَعُ ثوبَه' حتى يَدْ نُوَ مِنَ الأرضِ قال ابو داوٗد رواه عبدُالسلام بن حربٍ عن الاعمشِ عن انسٍ ابن مالكٍ وَهُوضَعيفٌ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) ھوضعیف میں ھو کا مرجع متعین کریں پھر ضعیف ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین سے قریب نہ ہو جاتے کپڑا نہیں اٹھاتے تھے؛ ابوداؤد نے کہا کہ اس روایت کو عبدالسلام بن حرب نے بواسطہ اعمش حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے. مگر یہ طریق ضعیف ہے۔

(ب) ھو ضمیر عبدالسلام کی روایت کردہ حدیث کی طرف راجع ہے نہ کہ خود عبدالسلام کی طرف اسلئے کہ عبدالسلام تو ثقہ راوی ہیں بلکہ صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں، اور اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اعمش کا سماع حضرت انس سے ثابت نہیں ہے لہذا سند منقطع ہوگئی اور پہلی سند میں اعمش اور ابن عمر کے درمیان ایک واسطہ ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر چہ رجل مبہم کا ہے اسلئے امام ابوداؤدؒ نے وکیع کی روایت کو ترجیح اور عبدالسلام والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوداود شریف ص ۴

(٦) سوال: عن حُذيفةَ قال أتىٰ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائماً ثُمَّ دَعَابِماءٍ فَمَسَحَ عَلىٰ خُفَّيْهِ قال ابو داؤد قال مسدَّدٌ قال فَذَهَبْتُ أتَبَاعَدُ فَدَعَانِي حَتىّٰ كُنْتُ عِنْدَ عَقِبِه .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے (ب) مذکورہ حدیث اور حضرت عائشہؓ کی حدیث من حدّثكم أنَّ رسول الله صلىَّ الله عليه وسلم بال قائماً فلاتُصدِّقُوه دونوں میں تطبیق کیسے ہوگی (ج) آن حضرت ﷺ کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی قابل قبول توجیہ کیسے ہوگی: (د) قال ابوداؤد کا مقصد واضح کیجئے۔

جواب (الف) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا پھر پانی منگوایا اور موزوں پر مسح کیا؛ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مسدد نے اور زیادہ روایت کرتے ہوئے کہا کہ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا حتی کہ میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس تھا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اس کوڑی پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے وضوء کا پانی لیکر آیا اور میں پانی کو رکھ کر وہاں سے ہٹنے لگا تا کہ آپ ﷺ تنہائی میں پیشاب فرمالیں جیسا کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی مگر چونکہ وہاں آڑ کی ضرورت تھی اسلئے آپ ﷺ نے مجھے بلایا تو میں آپ ﷺ کے اتنا قریب ہوگیا کہ میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس تھا آپ ﷺ نے وضوء کی اور خفین پر مسح کیا اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا پس اس سے جواز ثابت ہوا۔

(ب) حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں بال قائما کا اثبات ہے اس کے باوجود دونوں میں کوئی تعارض نہیں؛ اسلئے کہ حضرت عائشہؓ نے عام عادت بیان فرمائی ہے اور حضرت حذیفہؓ نے ایک واقعہ جزئیہ بیان فرمایا ہے؛ جسکا علم ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو نہ ہوا ہو۔ درس ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۸۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث کو عادت پر محمول کیا ہے اور حضرت حذیفہؓ کی روایت کو اتفاقی واقعہ قرار دیا ہے تحفۃ الالمعی ۲۱۴۔

(ج) علماء نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائما پیشاب کرنے کی کیا وجہ تھی اس کی بہت سی توجیہات کی گئی ہیں مگروہ سب ضعیف اور بعید ہیں صرف دو توجیہات بہتر ہیں۔

ا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں اس وقت تکلیف تھی جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا جسکی تائید حاکم اور بیہقی کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں بال قائما کے ساتھ بِوَجَعٍ کَانَ فِی مَابِضِہٖ کے الفاظ موجود ہیں، اگر چہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن قیاسی تاویلات کے مقابلہ میں بہرحال راجح ہے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کیلئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا کیونکہ مکروہ تنزیہی بھی جواز ہی کا ایک شعبہ ہے السمح المحمود صفحہ ۱۰۴۔

(د) اس کلام سے مصنفؒ کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ ان کے استاذ مسدد کے پاس حفص بن عمر کی حدیث پر زیادتی ہے اسلئے مصنفؒ سند میں ہی یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ حدیث بالا کے الفاظ حفص بن عمر کے ہیں نہ کہ مسدد کے اب حفص کے الفاظ کو نقل کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے بعد مسدد کی نقل کردہ زیادتی کو یہاں سے ذکر کر رہے ہیں فذھبت اتباعد۔

ابوداؤد شریف ص ۶

(۷) سوال: عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مَن اکتحل فلیوتر مَن فعل قد أحسن ومن لا فلا حرج ومَن استجمر فلیوتر مَن فعل قد احسن ومن لا فلا حرج ومَن أکل فما تخلّل فلیلفظ وما لاک بلسانه فلیبتلع من فعل قد احسن ومن لا فلا حرج ومن أتی الغائط فلیستتر فان لم یجد الا ان یجمع کثیباً من رمل فلیستدبره، فانّ الشیطان یلعب بمقاعد بنی آدم من فعل قد أحسن ومن لا فلا حرج: قال ابوداؤد رواه، ابوعاصم عن ثور قال حصین الحمیری قال رواه عبدالملک ابن صبّاح عن ثور فقال ابو سعید الخیر.

(الف) اعراب لگائے صحیح ترجمہ کیجئے (ب) اور تحریر کیجئے کہ مسئلہ استجمار میں یہ حدیث کس امام کی دلیل ہے (ج) نیز جب استتار عند الغائط ضروری ہے تو من فعل قد احسن و من لا فلا حرج فرمانا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ (د) قال ابوداؤد کی تشریح فرمایئے۔

جواب: (الف) ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سرمہ لگائے تو طاق بار لگائے جو کرے تو بہتر ہے اور جو نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو ڈھیلے لے تو طاق عدد لے جو شخص کرے تو بہتر ہے اور جو نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور جو کھانا کھائے پھر خلال سے کچھ نکلے تو اس کو پھینک دے اور جو زبان سے لگا رہے تو اس کو نگل جائے۔ جو ایسے کرے تو اچھا ہے اور جو نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور جو شخص پائخانہ کو جائے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آڑ میں جائے اگر کچھ بھی نہ آڑ ہو سکے تو ریت کا ایک ڈھیر لگا کر اس کی آڑ میں بیٹھ جائے اس لئے کہ شیطان آدمی کی شرم گاہ سے کھیلتا ہے۔ جو شخص ایسا کریگا تو بہتر ہے نہ کریگا تو کچھ حرج نہیں۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابو عاصم نے بواسطہ ثور (الحبرانی کی جگہ) حصین الحمرانی کہا اور عبدالملک نے بواسطہ ثور ابوسعید خیر کہا (یعنی الخیر کا اضافہ کیا) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوسعید الخیر تو صحابی ہے۔

جواب (ب) یہ حدیث حنفیہ کی متدل ہے کیونکہ حنفیہ ایتار بثلثۃ احجار کو مستحب کہتے ہیں برخلاف شوافع کے کیونکہ ان کے یہاں عدد ثلث کا ہونا ضروری ہے۔

جواب (ج) یہ من لا فلا حرج اس وقت ہے جبکہ قضائے حاجت کرنے والے کو کوئی دیکھ نہ رہا ہو اس وقت میں اگر وہ پردہ کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر وہ پردہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب: (د) مصنفؒ نے دو اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس طرح ہے ثور بن یزید کے تین شاگرد ہیں ا/عیسی بن یونس ۲/ابو عاصم النبیل ۳/عبدالملک بن صباح اولا تو عیسی بن یونس اور ابو عاصم کے درمیان اختلاف ہوا وہ یہ ہے کہ عیسی بن یونس جب ثور سے روایت کرتے ہیں تو کہتے ہیں عن ثور عن حصین الحُبرانی اور ابو عاصم کی روایت میں عن ثور عن حصین الحِمیری ہے۔ یعنی اختلاف دونوں میں یہ ہوا کہ عیسی نے حصین کو حبران کی طرف منسوب کیا اور ابو عاصم نے قبیلہ حمیر کی طرف منسوب کیا۔ دوسرا اختلاف ابو عاصم عیسی اور عبدالملک کے درمیان ہوا۔ ابو عاصم اور عیسی نے ابوسعید کو بغیر کسی لقب کے ذکر کیا اور عبدالملک نے ابوسعید الخیر کہا ہے یعنی لفظ الخیر کا اضافہ کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ٦

(۸) سوال: حدثنا عبدُ الله بنُ محمد النفيليُّ. حدثنا ابو معاويه، عن هشام عن عروة، عن عمرو بن خُزَيْمَةَ، عن عُمارةَ بنِ خزيمة، عن خزيمة بنِ ثابتٍ قال: سُئل النبيُّ صلى الله عليه وسلم عن الاِسْتِطَابَةِ، فقال بثلثةِ أحجارٍ لَيسَ فِيْها رُجيعٌ قال ابوداؤد: وكذا رواه ابو اسامةَ وابن نمير عن هشام.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ (ب) استنجاء بالاحجار کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیں اور حنفیہ کے قول کی وجوہ ترجیح مع دلائل تحریر کریں (ج) قال ابو داؤد کا مقصد واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت خزیمہ بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے استنجے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا استنجاء تین پتھروں سے کرنا چاہئے جن میں گوبر نہ ہو امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ ابواسامہ اور ابن نمیر نے بھی ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(ب) امام شافعیؒ اور احمد اور ابوثور اور اہل ظاہر کے نزدیک استنجاء میں انقاء اور تثلیث احجار واجب ہے اور ایتار مستحب ہے۔

دلیل: عن عائشة قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا ذَهَبَ احدكُمْ الى الغائط فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بَثلثةِ احجارٍ يَسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ.

دلیل ثانی: سُئل النبیؐ عن الاستطابة فقال بثلثة احجار ليس فيما رجيع.

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف انقاء واجب ہے اور تثلیث

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسنون ہے اور ایتار مستحب ہے۔

دلیل: من استجمر فلیوتر من فعل قد احسن ومن لا فلاحرج .

اس میں تصریح ہے کہ ایتار مستحب ہے واجب نہیں۔

دلیل ثانی: قال اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذهب معه بثلثة احجار یستطیب بهنّ فانها تجزی عنه .

امام دار قطنیؒ نے اس کو تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے هذا اسناد صحیح اس میں فانها تجزی عنه کا جملہ بتا رہا ہے کہ مقصود اصلی انقاء ہے اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں لہٰذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا ہے وہاں منشاء یہ ہے کہ یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے۔

وجوہ ترجیح: حنفیہ کے قول کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ وہ تمام روایات جو شوافع اور حنابلہ پیش کرتے ہیں ان روایات سے انکا استدلال تام نہیں ہوتا کیونکہ ان میں امر وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے کیونکہ عام طور پر تین سے انقاء ہو جاتا ہے اس لئے تین کا حکم فرمایا اور حنفیہ جو اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں وہ یوں ہی نہیں بلکہ مضبوط دلیل پیش کرتے ہیں۔

دلیل : من استجمر فلیوتر من فعل قد احسن ومن لا فلاحرج .

اس میں تصریح ہے کہ ایتار مسحب ہے واجب نہیں۔

امام بیہقیؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں تو صرف ایتار کا استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ تثلیث کا اس کا جواب یہ ہے کہ ایتار عام ہے اور تثلیث خاص اور عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

(ج) مصنفؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے بھی ہشام سے روایت کیا ہے لیکن انہوں نے ہشام کے استاذ کا نام ابو وجذہ قرار دیا ہے حالانکہ مذکورہ سند میں ان کے استاذ حضرت عمر بن خزیمہ ہے۔ تو حضرت امام ابوداؤدؒ یہ فرما رہے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ جس طرح ابومعاویہ نے اس حدیث کو ہشام سے نقل کیا ہے اسی طرح ابواسامہ اور ابن نمیر بھی اس کو روایت کرتے ہیں نہ کہ ابووجزہ سے جیسا کہ سفیان بن عیینہؒ نے کیا گویا کہ سفیان کی سند میں وہم ہے چنانچہ مصنفؒ ہشام کے تلامذہ کا اختلاف بیان فرمارہے ہیں کہ ان کے تین تلامذہ ابومعاویہ. ابواسامہ. اورابن نمیر آپس میں متفق ہیں کہ ہشام کے استاذ عمرو بن خزیمہ ہیں جبکہ ہشام کے چوتھے شاگرد سفیان بن عیینہ ہیں وہ ان تینوں ساتھیوں سے اختلاف کرتے ہیں اور ہشام کے استاذ کا نام بجائے عمرو بن خزیمہ کے ابووجزہ بتاتے ہے۔

ابوداود شریف ص ۷

(۹)سوال: عن زید بن خالدالجهنی قال سمعتُ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم یقول لولا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّواکِ عندَ کلِ صَلاةٍ قال ابوسلمةَ: فرأیتُ زیداًیَجْلِسُ في المسجد واَنّ السّواکَ من أُذنِهٖ مَوضعَ القلمِ من أُذُنِ الکَاتِبِ. فَکُلَّمَا قامَ الی الصّلٰوةِ استاکَ:

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے: (ب)السواک عند الصلوۃ میں اگر احناف اور شوافع کا اختلاف ہوتو اس کو تحریر کریں اور ہرایک کے دلائل تحریر کریں (ج) کوئی ایسی حدیث جس سے عندکل صلوٰۃ کا مفہوم واضح ہوتا ہو تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان کو ہر نماز کے واسطے مسواک کرنے کا حکم دیتا. ابوسلمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن خالدؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور مسواک ان کے اس مقام پر لگی تھی جہاں پر کاتب اپنے کان پر قلم رکھتا ہے جب بھی وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے۔

(ب) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسواک سنت صلوۃ ہے نہ کہ سنت وضوء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل لو لا ان اشق علی اُمّتی لامرتُهم بالسّواک عند کلِ صلوٰۃ لیکن حنفیہ مسواک کو سنت وضوء قرار دیتے ہیں دلیل حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے لو لا ان أشق علیٰ امّتی لا امرتهم با لسواک مع الوضوء عند کل صلوٰۃ علامہ تیمویؒ فرماتے ہیں اسنادہٗ صحیح یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں ذکر کی ہے۔

ثمرۂ اختلاف اس طرح نکلیگا کہ اگر کوئی شخص وضوء اور مسواک کرکے ایک نماز پڑھ چکا ہو اور پھر اسی وضوء سے دوسری نماز پڑھنا چاہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک تازہ مسواک کرنا یعنی دوبارہ مسواک کرنا مسنون ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ وہ سنت وضوء ہے اسلئے دوبارہ مسواک کرنے کی ضرورت نہ ہوگی حضرت امام شافعیؒ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور حنفیہ اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ایک مضاف محذوف ہے یعنی عند وضوء کل صلوٰۃ درس ترمذی جلد ا صفحہ ۲۲۳۔

(ج) لو لا أن أشق علیٰ اُمّتی لامرتُهم بالسواکِ مع الوضوء عند کلِ صلوۃٍ
لو لا أن أشقَّ علیٰ اُمّتی لفرضتُ علیهمُ السواک مع الوضوء.

ابوداود شریف ص ۹

(۱۰) سوال : عن عبید الله بن عبدالله بن عمر عن ابیه قال سُئل النبیُّ صلی الله علیه وسلم عن المَاءِ وما یَنُوبُه مِنَ الدَّوابِّ والسِّباعِ فقال رسولُ الله صلی الله علیه وسلم . اذا کان الماءُ قُلَّتَینِ لَمْ یَحْمِلِ الْخُبثَ.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) بتائے کہ کتنا پانی محتمل نجاست ہوتا ہے ائمہ کرام کے مسلک کو مع دلائل سپرد قلم کریں (ج) اگر مذکورہ بالا روایت حنفیہ کے خلاف ہو تو معقول جواب دیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب (الف) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر جانور اور درندے آتے جاتے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کے برابر ہو تو وہ ناپاکی کو نہ اٹھائیگا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر نوبت بہ نوبت اور یکے بعد دیگرے درندے وغیرہ پانی پینے کے لئے آتے جاتے ہیں اس سے مراد وہ پانی ہے جو فلاۃ یعنی جنگلوں میں غاروں کے اندر جمع ہوجاتا ہے چنانچہ ایک روایت میں فی الفلاۃ کی تصریح ہے یہ پانی دواب کے پینے کی وجہ سے سور سباع ہوا. گویا سوال سور سباع کے بارے میں ہے کہ وہ پاک ہے یا ناپاک صحابہ کرام عموماً جہاد وغیرہ کے اسفار میں رہتے تھے اور ان کو اس قسم کے پانیوں سے واسطہ پڑتا تھا. اس لئے یہ سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا اذا كان الماءُ قلتين لم يحمل الخبث کہ جس پانی کے بارے میں آپ سوال کررہے ہیں اسکو دیکھا جائے کہ قلتین کے بقدر ہے یا نہیں اگر قلتین سے کم ہے تو سمجھے کہ وہ ناپاک ہے اور اگر وہ قلتین یا اس سے زیادہ ہے تو پاک ہے یعنی قلتین ہے تو کثیر ہے ناپاک نہیں ہوا اور اگر کم ہے تو قلیل ہے ناپاک ہوگیا؛ قلتین یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اس کا واحد قُلَّۃ آتا ہے یہ لفظ عربی میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے ا۔ پانی کی صراحی ۲۔ اونٹ کا کوہان ۳۔ آدمی کا قد: یہاں پر پانی کی صراحی کے معنی میں ہے۔

لم تحمل الخبث: حمل باب (ض) سے اس کے معنی اٹھانا اور خبث کہتے ہیں ناپاکی اور نجاست کو اس کا مطلب یہ ہے کہ دو قلے پانی نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے دوسرا مطلب صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ وہ نجاست کو نہیں اٹھاتا ہے یعنی برداشت نہیں کرتا ہے بلکہ ناپاک ہوجاتا ہے۔

(ب) اس کے بارے میں فقہاء کے اقوال بیس سے بھی زائد ہیں مشہور مذاہب چار ہیں ا۔ حضرت عائشہؓ حسن بصری اور داؤد ظاہری کی طرف یہ منسوب ہے کہ پانی قلیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو یا کثیر اگر اسمیں کوئی نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جبتک کہ اس کی رقت وسیلانیت ختم نہ ہوجائے خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ متغیر ہوگئے ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسلک حضرت عائشہؓ سے مسلکا ثابت ہوتا تو یہ قوی ترین مسلک ہوتا اسلئے کہ حضرت عائشہؓ اعلم بمسائل المیاہ تھی اور اس معاملہ میں آپ ﷺ سے بکثرت مراجعت کرتی رہتی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مسلک حضرت عائشہؓ سے روایتاً ثابت نہیں

۲/ امام مالکؒ کا مسلک مختار یہ ہے کہ جبتک پانی کے اوصاف متغیر نہ ہوں وہ وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو۔

دلیل دونوں فریقوں نے حدیث بیر بضاعہ سے استدلال کیا ہے داؤد ظاہری نے تو علی الاطلاق الماء طهور لا ینجسه شیئی: کہ اسمیں کوئی قید نہیں ہے بلکہ یہ حدیث عام ہے مالکیہ نے بھی کہدیا کہ حدیث بالا میں قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن مالکیہ کہتے ہیں اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف نہ بدلے ان الماء طهور لا ینجسه شیئی الا ما غلب علیٰ طعمه او لونه اوریحه:

۳/ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو وقوع نجاست سے نجس ہوجائیگا اگرچہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو۔ اور اگر کثیر ہو تو جب تک اسکے اوصاف ثلاثہ میں سے اکثر متغیر نہ ہوئے ہوں تو پاک رہیگا اور کثیر کی مقدار ان کے یہاں قلتین ہے۔

۴/ چوتھا مسلک حنفیہ کا ہے۔ جو مسلک شوافع کے قریب تر ہے فرق یہ ہے کہ احناف کے نزدیک قلیل وکثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ اس کو امام ابوحنیفہؒ نے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے البتہ امام ابو یوسفؒ سے اتنی تحدید ضرور منقول ہے کہ جس پانی میں خلوص اثر النجاسه الی طرف الآخر ہوتو وہ قلیل ہے اور جسمیں نہ ہوتو وہ کثیر ہے اور اسی کو امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قدوریؒ نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے مالم یتحرک بتحریک الطرف الأخر۔

حنابلہ اور شوافع کی دلیل اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث اس حدیث میں مقدار قلتین کو کثیر قرار دیا گیا ہے۔

حنفیہ کی دلیل لا یبولنَّ احدُکم فی الماءِ الدائمِ ثم یتوضا درس ترندی السمح المحمود صفحہ ۲۲۳۔

دلیل ثانی: اذااستیقظ احد کم من منامه فلا یغمسنَّ یدہٗ فی الاناءِ حتیٰ یغسِلَها (تحفة الالمعی جلد ا صفحہ ۲۴۳/السمح المحمود جلد ا صفحہ ۲۲۳ درس ترندی۔)

(ج) یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے مگر یہ حدیث مضطرب ہے اور سند و متن و معنی اور مصداق کے اعتبار سے اس میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

اضطراب فی السند. مصنفؒ نے اس حدیث کو تین طرق سے بیان کیا ہے اور ہر طریق میں اضطراب ہے۔

اضطراب فی المتن. بعض روایات میں قلتین ہے اور بعض میں قلتین او ثلاثا وارد ہوا ہے اور دار قطنی کی متعدد روایات میں اربعین قلة بھی آیا ہے اسی کا نام اضطراب ہے تفصیل کیلئے دیکھیے السمح المحمود صفحہ ۲۱۹۔

اضطرب فی المعنی. بقول صاحب قاموس قلہ کے کئے معنی آتے ہیں پہاڑ کی چوٹی .انسان کا قد. اونٹ کی کوہان. مٹکا. یہاں کسی ایک معنی کی تعیین مشکل ہے۔

اضطرب فی المصداق. علامہ ابن نجیم فرماتے ہے کہ چوتھا اضطراب قلہ کے مصداق میں ہے یعنی اگر قلہ کے معنی مٹکا ہی فرض کر لئے جائیں جیسا کہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مسلک ہے تو بھی مٹکے حجم میں متفاوت ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی تعیین مشکل ہے اسلئے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث میں یہ متعین نہیں کہ کتنا بڑا مٹکا مراد ہے بہر حال اضطراب کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کی تضعیف فرمائی ہے شیخ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے الالمام میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے: السح المحمود صفحہ ۲۲۰۔

ابوداؤد شریف ص ۱۰

(۱۱) سوال: حدثنا زائدة فی حدیث هشام عن محمد عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: طُهُورُ اناءِ أحَدِکُمْ اذَا وَلَغَ فیه الکلبُ أنْ یُغسَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ أوْ لهُنَّ بالتُّرابِ قال ابو داؤد وکذالک قال أیوب وحبیب بن الشهید عن محمد بن سیرین.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب تحریر کریں (ب) سور الکلب کے سلسلہ میں ائمہ کا جو اختلاف ہو اسکو مدلل تحریر کرنے کے بعد اگر حدیث مذکور احناف کے مخالف ہو تو مفصل جواب دیجئے (ج) قال ابوداؤد کا مطلب بیان کیجئے اور جس چیز میں کذالک سے تشبیہ دیگئی ہے اسی کی وضاحت فرمائیں۔

جواب (الف) حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منھ ڈالدے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے پہلی مرتبہ مٹی سے: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کہا ایوب اور حبیب بن الشہید نے جو روایت کرتے ہیں محمد بن سیرین سے۔

اس حدیث کا مطلب یہ کہ اسمیں آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منھ ڈالدے تو اس برتن کی پاکی یہ ہے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھلا جائے اور ان سات مرتبہ دھلنے میں پہلی مرتبہ مٹی سے دھلا جائے یعنی ایک مرتبہ مٹی سے دھلا جائے اور چھ مرتبہ بغیر مٹی کے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) کتے کے جھوٹے کے سلسلہ میں دو مسئلے ہیں ۱/ کتے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ۲/ کتا برتن میں منھ ڈالدے تو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے یا تین مرتبہ دھونے سے بھی پاک ہوجائیگا۔

پہلا مسئلہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کتے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ کتا بھی ایک درندہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام درندوں کا جھوٹا پاک ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے دلیل حدیث باب۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو ہر درندے کا جھوٹا ناپاک ہے

دوسرا مسئلہ۔ کہ کتے کے منھ ڈالنے سے برتن کو سات مرتبہ دھلنا ضروری ہے یا تین مرتبہ سے کام چل جائیگا۔ اسمیں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثؒ کے نزدیک ولوغ کلب کی صورت میں برتن کو سات مرتبہ دھلنا ضروری ہے البتہ یہ دھلنا امام مالکؒ کے نزدیک حکم تعبدی کے طور پر ہے کیونکہ امام مالکؒ کے نزدیک برتن ناپاک نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک برتن کی پاکی کے لئے دھلنا ضروری ہے۔ اور احناف کے نزدیک تین مرتبہ دھلنے سے برتن پاک ہوجاتا ہے تحفۃ الالمعی صفحہ ۲۵۴۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل باب کی حدیث ہے طھور اناءِ أحدکم اذا ولغ فیه الکلبُ أن یُّغسل سبع مرّاتٍ۔ کہ اسمیں آپ ﷺ نے سات مرتبہ دھلنے کا حکم دیا ہے۔

دلیل احناف عن أن أبی هریرةؓ قال قال رسولُ الله صلی الله علیه وسلم اذا ولغ الکلبُ فی اناء أحدِکم فلیهرقه ولیغسله ثلاث مرّاتٍ۔

حدیث باب حنفیہ کے خلاف ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو استحباب پر محمول کرینگے یعنی سات مرتبہ دھلنا مستحب ہے کیونکہ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ تین مرتبہ دھلنے سے برتن پاک ہوجاتا ہے لہذا تثلیث کے فتوے کو وجوب پر اور تسبیع کے فتوے کو استحباب پر محمول کیا جائیگا تاکہ دونوں میں تعارض نہ رہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) یہاں سے امام ابوداؤد محمد بن سیرین کے دوسرے تلامذہ کے بارے میں بتلا رہے ہیں کیونکہ محمد بن سیرین کے تلامذہ مختلف ہیں اس حدیث کی سند میں ہشام تھے اور دو کا ذکر اور ہے یعنی ایوب اور حبیب کا کہ جسطرح ہشام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان دونوں یعنی ایوب اور حبیب نے بھی نقل کیا ہے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے تلامذہ اسی طرح روایت کرتے ہے اب سوال یہ کہ تشبیہ کس بات میں ہے کیونکہ یہاں رواۃ کے دو اختلاف ہیں ایک حدیث کے موقوف اور مرفوع ہونے کا اور ایک أُولٰهُنَّ بالتُّراب کا اسلئے کہ بعض نے کہا کہ السَّابعة بالتراب معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ ثانی اختلاف میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ محمد بن سیرین کے تلامذہ میں جسطرح ہشام نے أُولٰهُنَّ بالتُّراب نقل کیا ہے اسی طرح ایوب اور حبیب نے بھی أُولٰهُنَّ بالتراب نقل کیا ہے (یعنی معلوم یہ ہوا کہ کذالک سے تشبیہ أُولٰهُنَّ بالتراب میں دی گئی ہے)۔

ابوداؤد شریف ص ۱۰

(۱۲) سوال: حدثنا قتادة أن محمد بن سيرين حدثه عن أبي هريرة أن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال اِذا وَلَغَ الكلبُ في الاِناءِ فَاغسِلُوهُ سَبعَ مَرَّاتٍ . السَّابِعَة بِالتُّرابِ. قال ابوداؤد . وأمّا ابوصالح وأبورزين والأعرج وثابت الأحنف وهمام بن مُنَبِّه وأبوالسُّدّيّ عبد الرحمان رَوَوْهُ عن أبي هريرة وَلَم يَذْكُرُوا التُّراب.

(الف) قال ابوداؤد الی آخرہ کا مطلب بیان کریں (ب) سور کلب میں ائمہ اربع کے مذاہب کو بیان کریں اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں (ج) امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس حدیث کا جواب تحریر کریں۔

جواب (الف) امام ابوداؤدؒ یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ چھ حضرات یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوصالح .ابورزین .عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج.ثابت. ہمام بن منبہ .اور ابوسدّی.
عبدالرحمان جب حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں تو تراب کا بالکل ہی تذکرہ نہیں
کرتے یعنی حضرت ابوہریرہ کے ایک شاگرد محمد بن سیرین تو تراب کا ذکر کرتے ہیں جیسا
کہ اس روایت میں السّابعة بالتراب ہے اور حضرت ابوہریرہ کے یہ چھ شاگرد تراب کا
ذکر نہیں کرتے ہیں بس اس روایت کو سبع مراتٍ تک ذکر کرتے ہیں۔

(ب) سورکلب کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب سوال نمبر ۱ا میں گزر گئے ہیں۔

(ج) اس کا جواب یہ ہے کہ اسکو یعنی اس حدیث کو استحباب پر محمول کرینگے یعنی سات
مرتبہ دھلنا مستحب ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۱۱

(۱۴) سوال: عن كَبشَةَ بنتِ كعبِ بن مالكٍ و كانت تحت ابن أبي
قتادةَ ‘أنَّ أباقتادةَ دَخلَ فَسَكَبْتُ لَه وَضوءً فَجاءَتْ هِرَّةٌ فَشرِبَتْ مِنه
فَأصغىٰ لَهَا الْإنَاء حتّٰى شَرِبَت قالت كبشةُ :فَرأني انظُرُ اليهِ ‘فقَالَ:أتَعجَبِينَ
يَا ابْنَةَ أخِي فَقُلْتُ:نعم‘فقال انَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال :انَّهَا
لَيْسَتْ بِنَجِسٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے۔(ب) ائمہ کرام کے
مذاہب مع دلائل لکھئے اور مسلک احناف کی ترجیح سپرد قلم فرمائیں۔

جواب (الف) حضرت کبشہ بنت کعب جو عبداللہ بن ابی قتادہ کی بیوی ہے اس سے
روایت ہے کہ ابوقتادہ ان کے پاس آئے کبشہ ان کو وضوء کرارہی تھیں اسی دوران ایک بلی
آئی اور برتن سے پانی پینے لگی تو ابوقتادہ نے برتن کو اس کی طرف جھکا دیا یہاں تک کہ بلی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے اس سے پی لیا کبشہ کہتی ہیں کہ ابوقتادہ نے مجھکو دیکھا کہ میں ان کی طرف (گھور کر) دیکھ رہی ہوں؛ ابوقتادہ نے کہا کہ کیا تو تعجب کرتی ہے اے میری بھتیجی؛ میں نے کہا کہ ہاں. ابوقتادہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلی نجس نہیں ہے وہ گھروں میں بکثرت آنے جانے والوں میں سے ہے یا بکثرت آنے جانے والے جانوروں میں سے ہے تحفۃ الالمعی صفحہ ۲۵۶ اسح الحمو میں ترجمہ لکھا ہے کہ وہ تو پھیرا کرتی ہے تمہارے اوپر صفحہ ۲۳۷۔

مطلب حدیث الباب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز کبشہ کے خسر ابوقتادہؓ ان کے گھر مہمان ہوئے. کبشہ نے ان کو وضوء کرانا شروع کی. جب یہ وضوء کرا رہی تھیں تو ایک بلی آئی اور اس برتن میں پانی پینے لگی جس برتن سے ابوقتادہ کو وضوء کرا رہی تھیں. ابوقتادہؓ نے اس برتن کو بلی کی طرف اور جھکا دیا تاکہ بلی آسانی سے پانی پی لے ابوقتادہؓ سے کبشہ منع تو ادبا نہ کرسکیں لیکن تعجب سے ان کے اس عمل کو دیکھنے لگیں. جب ابوقتادہ نے کبشہ کو اسطرح دیکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو تعجب سے کیوں دیکھ رہی ہے بلی کا جھوٹا پاک ہے نجس نہیں ہے. اس کے بعد حضرت ابوقتادہؓ نے حضرت کبشہ کو یہ حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلی ناپاک نہیں. وہ تو گھروں میں کثرت سے آتی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے بچنا مشکل ہے اسلئے بلی کا سور معاف ہے۔

(ب) سور ہرہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک نجس ہے ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ امام مالکؒ و احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے. پھر حنفیہ میں سے امام طحاویؒ مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور امام کرخیؒ مکروہ تنزیہی اکثر حنفیہ نے کرخی کی روایت کو ترجیح دی ہے اور کراہت تنزیہی پر فتویٰ دیا ہے۔

دلیل امام اوزاعیؒ کا استدلال مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا السِّنَّوْرُ سبع یہ لمبی حدیث ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حدیث کے آخری جملہ میں السنور سبع سے امام اوزاعیؒ کا استدلال ہے کہ اس جملہ میں بلی کو درندہ قرار دیا گیا ہے اور درندوں کا سؤر نجس ہے لہذا بلی کا سؤر بھی نجس ہوگا۔

دلیل ائمہ ثلاثہ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا استدلال حضرت ابوقتادہ کی حدیثِ باب سے ہے یعنی ان کی دلیل حضرت ابوقتادہ کی حدیث ہے اور اسی باب کی دوسری حدیث سے۔

دلیل حنفیہ کی مستدل وہ حدیث ہے جسکو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار باب سور الہرہ میں ذکر کیا ہے۔ عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال طهورُ الاناء اذا وَلَغَ فیه الهرةُ أن یُغسَلَ مرةً أومرتین. اسی طرح طحاوی میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اثر ہے یغسل الاناءُ منَ الهر کما یغسل من الکلب.

حضرت امام اوزاعیؒ کی دلیل کے دو جواب ہیں۔

ا۔ علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۔ اگر اس حدیث کو قابل استدلال بھی مان لیا جائے تو یہ کہا جائیگا کہ ہرّہ علت طواف اور عموم بلوی کی بناء پر سؤر سباع کے حکم سے خارج ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب یہ ہیکہ جو حدیث انکا مستدل ہے اس سے استدلال تام نہیں ہوتا کیونکہ ان کا استدلال صحابی ابوقتادہؓ کے فعل سے ہے اور حجت حضور ﷺ کا قول ہوتا ہے۔

اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد انها لیست بنجس الخ تو ہوسکتا ہے کہ اسکا تعلق سؤر سے نہ ہو بلکہ ماسة ثیاب وفراش سے ہو یعنی گھروں میں جو بلیاں رہتی ہیں وہ انسانوں کے لحاف اور بستر میں آکر بیٹھ جاتی ہے تو اس میں اس کی گنجائش دی گئی ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ باب کی دونوں روایات کراہت تنزیہی جو جواز کا ایک شعبہ ہے اس پر محمول ہیں اور حنفیہ کا مستدل کراہت پر محمول ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سؤر ہرہ اپنی اصل کے اعتبار سے نجس ہے لیکن عموم بلویٰ کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی. یہ علت خود کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے اور باب کی دوسری حدیث اپنی سندی حیثیت سے قابل استدلال نہیں درس ترمذی صفحہ ۱۳۲۶ کشف الحمود صفحہ ۲۴۰۔

ابوداؤد شریف ص ۱۱

(۱۴) سوال: سَالَ رَجلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فقَا ل یا رسول اللّٰه اِنَّا نرْکَبُ البحر ونحمِلُ مَعَنَا القَلِیْلَ مِنَ المَاءِ فَاِنْ تَوضَّانَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوضَّأُ بِمَاءِ البَحْرِ فقالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هُو الطُّهُورُ مَاؤهٗ والحِلُّ مَیْتَتُهٗ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے: (ب) ماء بحر کی طہارت کے بارے میں صحابی کو تردد کیوں ہوا (ج) سائل نے ماء بحر کے متعلق سوال کیا نبی کریم ﷺ نے مزید الحل میتۃ' کیوں فرمایا (د) میتۃ بحر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں

جواب (الف) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں. اور پینے کے لئے تھوڑا سا پانی اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں. اگر ہم اس سے وضوء کرلیں تو پیاسے رہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضوء کرسکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبیلہ ء بنی عبدالدار کے ایک صاحب جن کا نام مغیرہ تھا وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ ء بنی مدلج کے ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ پینے کیلئے تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب اگر ہم اس پانی سے جو ہم لیجاتے ہیں وضوء کریں تو ہم پیاسے مریں گے کیونکہ سمندر کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضوء کر سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اس کا مردار حلال ہے یعنی اس سے وضوء وغیرہ سب کر سکتے ہیں۔

(ب) ماء بحر کی طہارت کے بارے میں صحابی کو تردد اسلئے تھا کہ سمندر بے شمار جانوروں کا مسکن ہے اور اس میں ہر روز ہزاروں جانور مرتے رہتے ہیں اور سمندر ہی میں گل سڑ کر ختم ہو جاتے ہیں لہذا ان مردار جانوروں کی وجہ سے سمندر کا پانی نجس ہونا چاہئے اس وجہ سے صحابی کو تردد ہوا تھا۔

(ج) اسکے دو جواب ہیں ا/الحل میتتۂ درحقیقت ماء البحر کے طاہر ہونے کی دلیل ہے وہ اس طرح کہ ماء البحر کے طاہر ہونے میں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر تو بکثرت جانور مرتے رہتے ہیں۔ پھر اسکا پانی طاہر ومطہر کیسے رہیگا. اس کا ازالہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ میتۃ البحر بھی پاک ہے لہذا پانی بھی پاک رہیگا لیکن اس صورت میں الحل بمعنیٰ طاہر ہوگا۔

۲/ یہ جواب علیٰ اسلوب الحکیم ہے جسمیں سائل کے فائدے اور ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ اس طرح ان لوگوں کو ماء البحر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس بحری سفر میں کھانے کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے پیشگی ان کے طعام کے بارے میں سوال کرنے سے پہلے ہی میتۃ البحر یعنی طعام کے بارے میں جواب دے دیا اسی کا نام جواب علیٰ اسلوب الحکیم ہے اس میں سوال کی مطابقت زیادہ ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ مخاطب کی ضرورت اور حاجت پیش نظر ہوتی ہے۔

(د) میتۂ بحر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذہب یہ ہیں۔

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ خنزیر بحری کے سوا تمام جانور حلال ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ سمک کے علاوہ تمام دریائی جانور حرام ہیں سمک طافی بھی حلت سے مستثنیٰ ہے۔

امام شافعیؒ سے اس بارے میں چار قول منقول ہیں ا ضفدع کے سوا باقی تمام جانور حلال ہیں: علامہ نوویؒ نے امام شافعیؒ کے اس قول کو ترجیح دیکر اس کو شافعیہ کا مفتی بہ قول قرار دیا ہے: باقی قول دیکھنے کیلئے دیکھے درس ترمذی صفحہ ۱۲۷۹ نسخ المحمود صفحہ ۲۵۲۔

مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل ا اُحِلَّ لکم صید البحر و طعامه .اس آیت قرآنی میں لفظ صید عام ہے .اسلئے تمام جانور حلال ہونگے۔

۲/ حدیث باب میں الحل میتته کے الفاظ ہر ایک میتة کی حلت بیان کرر ہے ہیں۔

۳/ حدیث العنبر سے بھی مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال ہے: فالقیٰ لنا البحر دابّةً لفظ دابہ بتلا رہا ہے کہ وہ جانور مچھلی کے علاوہ اور کوئی چیز تھی پھر امام مالکؒ ایک آیت قرآنی ولحم الخنزیر کے عموم کی وجہ سے خزیر بحری کو حلت سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں اور امام شافعیؒ حدیث نہی عن قتل الضفدع کی بناء پر ضفدع کو حلت سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔

حنفیہ کے دلائل ا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وجہ استدلال یہ ہے کہ خبائث سے مراد وہ مخلوقات ہیں جن سے طبیعتِ انسانی گھن کرتی ہے لہذا سمک کے علاوہ دوسرے دریائی جانور خبائث میں داخل ہونگے کیونکہ وہ دوسرے جانور ایسے ہیں جن سے طبیعت انسانی گھن محسوس کرتی ہے

۲/ حُرِّمت علیکم المیتة اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر میتة حرام ہے سوائے اس میتة کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہے اور دلیل شرعی سے صرف دو میتة کی تخصیص ہے ا مچھلی ۲ ٹڈی اور وہ دلیل شرعی یہ حدیث شریف ہے اُحِلّت لنا میتتانِ ودمان فاما المیتتانِ فالحوت و الجراد واما الدمان فالکَبِدُ و الطِّحالُ درس ترمذی صفحہ ۲۸۰۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۱۴

(۱۵)سوال: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن مَسْعُودٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لَیْلَۃُ الجِنِّ مَافِی اداوَ تِکَ ، قَالَ نبیذٌ قال تَمرۃٌ وَماءٌ طَھُوْرٌ .

(الف) اعراب لگایئے اور ترجمہ کیجئے (ب) ابوداؤد نے اس حدیث کے خلاف ابن مسعودؓ ہی کی ایک دوسری حدیث کونسی پیش کی ہے تحریر کریں۔ (ج) نبیذ تمر کے اقسام بیان کریں اور تحریر کریں کہ نبیذ تمر کی کس قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کا آخری قول کیا ہے۔ (د) اس حدیث پر محدثین نے کیا کلام کیا ہے اس کو مع جواب تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لیلۃ الجن میں آنحضر ﷺ نے ان سے کہا کہ تمہاری چھاگل (برتن) میں کیا ہے؛ انہوں نے کہا کہ نبیذ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔

(ب) حدثنا وھیب عن دائود عن عامرٍ عن علقمۃ قال : قلت لِعبداللہ ابن مسعودٍ مَن کان منکم مَعَ رَسُو لِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَیلَۃَالجِنِّ . فقال :مَاکَانَ مَعَہٗ مِنَّا أحَدٌ.

(ج) تین قسمیں ہیں

۱۔ غیر مطبوخ، غیر مسکر، غیر متغیر، غیر حلو، رقیق۔

۲۔ مطبوخ، مسکر، غلیظ جس کی رقت وسیلانیت ختم ہوگئی ہو۔

۳۔ حلو رقیق غیر مطبوخ غیر مسکر اسی قسم میں یعنی تیسری قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور جمہور امام ابو یوسفؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ اس سے وضوء جائز نہیں یہاں تک کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم متعین ہے اور یہ ہی ایک روایت امام صاحب کی بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام اعظمؒ کی مشہور روایت اور سفیان ثوری کا مسلک یہ ہے کہ اس سے وضوء کریں اور تیمّم ناجائز ہے۔

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو پہلے اس سے وضوء کرلے بعد میں تیمّم کرلے امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے۔

اسحٰق ابن راہویہ کا مسلک یہ ہے کہ وضوء واجب ہے اور اس کے بعد تیمّم مستحب ہے علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے آخر میں پہلے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا یعنی ایسی نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے معلوم ہوا کہ امام صاحب کا آخری قول یہ ہے کہ ایسی نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(د) اکثر محدثین نے حدیث الباب کو چند وجوہ معلل قرار دیا ہے۔

۱/ ابوزید کی جہالت۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابوزید مجہول راوی ہیں اس حدیث کے علاوہ ان کی اور کوئی روایت نہیں ہے۔

۲/ ابوفزارہ میں اختلاف امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابوفزارہ دو ہیں جو اس سند میں ہیں وہ مجہول ہے۔

۳/ ابن مسعودؓ کا لیلۃ الجنّ میں حضور ﷺ کے ساتھ ہونا خود ان کی تصریح کے مطابق ثابت نہیں چنانچہ مصنفؒ باب میں دوسری حدیث مَا کان مَعَهُ مِنَّا أَحَدٌ لا رہے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے ساتھ لیلۃ الجن میں نہیں تھا۔

۴/ یہ حدیث اخبار آحاد میں سے ہے اور خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی کرنا صحیح نہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حدیث الباب اگرچہ صحت سے کم ہے لیکن متابعات کی بناء پر حسن درجہ کی ضرور ہوگی۔

جواب ابوزید کی جہالت کے بارے میں ابن العربیؒ عارضۃ الاحوذی میں فرماتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں کہ اس حدیث کو ابوزید سے ابوفزارہ کے علاوہ ابوروق بھی روایت کرتے ہیں لہذا جب کسی راوی سے روایت کرنے والے دو ہوں تو مروی عنہ مجہول نہیں رہتا۔

جواب ۲ / ابوفزارہ کے بارے میں ابن عبدالهادیؒ نے امام احمد کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے اس قول کو مردود قرار دیا ہے؛ بلکہ کہا ہے کہ امام احمد کی طرف اس قول کی نسبت ہی غلط ہے کہ ابوفزارہ مجہول ہیں۔

جواب ۳ / لیلۃ الجن کا واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔ ہوسکتا ہے کہ جس مرتبہ کے بارے میں علقمہ نے ابن مسعودؓ سے سوال کیا ہو اس مرتبہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص مقام تعلیم میں جہاں آپ ﷺ نے جنات کو احکامات بتلائے اور ان کے مقدمات کو حل کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھ نہ تھے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ابن مسعودؓ کو ایک دائرہ میں بٹھا گئے تھے۔

جواب ۴ / اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ وضوء بالنبیذ کے بعض اکابر صحابہ بھی قائل ہیں۔ لہذا اس حدیث کو عمل صحابہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے مشہور کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اور اس قسم کی حدیث سے کتاب اللہ میں تخصیص ہوسکتی ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہوسکتی ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۱۴

(۱۶) سوال: عن ابی هريرةَ قالَ: قالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَاوُضوءَ لَهُ وَلَا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذكُراسمَ اللهِ عليه وَ ذَكَرَ رَبيعةُ أنَّ تفسيرَ حديثِ النبى صلى الله عليه وسلم لَاوُضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذكُراسمَ اللهِ عليه: أنّه الذى يَتوضّأ ويغتسلُ وَلا يَنوِى وُضوءً للصَّلاةِ وَلا غُسلاً لِلْجَنَابَةِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بیان کریں پھر یہ حدیث اگران کے مذہب کے خلاف ہوتو اسکا جواب تحریر کریں (ج) ربیعۃ نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ مطلب کیسے صحیح ہوگا؛ اس کی توضیح کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا وضوء نہ ہواس کی نماز نہیں اور جس نے وضوء کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اس کا وضوء نہیں ہوا: ربیعۃ الرائے نے آپ ﷺ کی حدیث لاوضوء الخ کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص وضوء یا غسل کرے اور اس وضوء سے نماز کی اور غسل سے جنابت دور کرنے کی نیت نہ کرے (تو اس کا وضوء اور غسل درست نہیں)۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اور ایک دوسرا قول سنت کا ہے یعنی دو قول ہیں ایک سنت کا اور ایک مستحب کا۔

یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نفی کمال کی ہے نفیٔ شیئ کی نہیں ہے جیسا کہ اسحاق ابن راہویہ اور داؤد ظاہری وغیرہ نے مراد لیا ہے ؛ اور اگر لا نفی کو نفی کمال پر محمول کریں گے تو اس صورت میں یہ حدیث بھی حنفیہ کے خلاف نہیں ہوگی۔

(ج) ربیعہ نے حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہاں مراد تسمیہ نہیں ؛ بلکہ اسم اللہ سے مراد نیت ہے اسلئے کہ جس نے وضوء کیا اور نماز کی نیت کی تو گویا اس نے اپنے دل میں اللہ کا نام لیا ، اگر چہ اس نے اپنی زبان سے نہیں کہا، گو اس سے مراد ان کے نزدیک ذکر قلبی ہے، یاد رہے کہ ربیعہ کی یہ تفسیر نیت فی الوضوء کے عدم وجوب میں حنفیہ کے مخالف نہیں اسلئے کہ اجر وثواب کے حصول کے لئے تو حنفیہ بھی نیت کے قائل ہیں؛ یعنی نیت کرنے پر ہی ثواب ملے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۱۴

(۱۷)سوال :عن یعقوب بن سَلَمَةَ عَن أبیهِ عن أبی هریرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صَلٰوةَ لِمَنْ لَاوُضوءَ له وَلَا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ یَذکُر اسمَ اللهِ علیه.

(الف)یعقوب اورعن ابیہ کے متعلق علماء کے اقوال تحریر کریں (ب)وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کے سلسلہ میں ائمہ کے مذہب پھر ہر ایک کی دلیل تحریر کریں۔

جواب:(الف) یعقوب بن سلمہ: علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ان کے بارے میں لکھا ہے شیخ لیس بعمدة اسی طرح امام بخاریؒ فرماتے ہیں لایعرف لہ سماع من أبیه یعنی ان کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔

عن أبیه

اس سے مراد یعقوب کے والد سلمہ لیثی ہیں ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ان کی یہی ایک روایت ہے اس کے علاوہ صحاح میں ان کی کوئی روایت نہیں ملتی؛ ان کا ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(ب) حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ؛ چاروں سے ایک روایت سنیت کی ہے اور ایک استحباب کی، حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے استحباب کی روایت کو ترجیح دی ہے امام مالکؒ سے ایک روایت استحباب کی روایت کے علاوہ تسمیہ عندالوضوء کے بدعت ہونے کی بھی ہے۔لیکن قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے بدعت کی روایت کا انکار کیا ہے اسلئے مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ تسمیہ عندالوضوء مسنون ہے۔

حنابلہ کی دو روایتوں میں سے استحباب کی روایت کو فقہ حنبلی کے مستند راوی علامہ ابن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قدامہؒ نے ترجیح دی ہے، امام احمد کی طرف وجوب کی نسبت صحیح نہیں ہے اسحاق ابن راہویہ اور بعض اہل ظواہر کے یہاں تسمیہ عندالوضوء واجب ہے دلیل لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَم یذکر اسم اللہ تعالیٰ اسمیں نفی سے مراد نفی صحت کی ہے۔

جمہور کی دلیل آپ ﷺ نے فرمایا من توضأ فذکر اسم اللہ تعالیٰ علی وُضوئِہٖ کان طَھوراً لِجَسدِہٖ: قال ومن توضأ ولم یذکر اسم اللہ علیہ کان طھوراً لأعضائِہٖ اس دلیل کے علاوہ اس کی بہت ساری دلیلیں ہیں تفصیل کیلئے درس ترمذی صفحہ ۱۲۳۰، السح المحمود ۲۹۱۔

ابوداؤد شریف ص (۱۵)

(۱۸) سوال: حدثنا یحییٰ بنُ آدمَ قال: اسرائیلُ عَن عامرِ بنِ شقیقِ ابنِ جَمرۃَ عَن شقیقِ بنِ سلَمۃَ قال: رأیتُ عثمانَ بنَ عَفَّانَ غسَلَ ذِراعَیہِ ثلاثاً ثلاثاً وَمَسَحَ رَأسَہٗ ثلثاً ثم قال: رأیتُ رَسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَ ھٰذا قال ابوداؤد رَواہ وکیعٌ عَن اسرائیلَ قال: تَوَضَّأَ ثلاثاً ثلاثاً قط۔

(الف) ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) حضرت عثمان کی وہ احادیث جو مسح رأس کے بارے میں وارد ہوئی ہے ان کے متعلق امام ابوداؤد کیا کہتے ہیں تحریر کریں پھر قال ابوداؤد کا مقصد واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت شقیق بن سلمہ کہتے ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اور تین مرتبہ سر کا مسح کیا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ اس حدیث کو اسرائیل سے وکیع نے روایت کیا تو صرف توضأ ثلاثاً کہا (یعنی تثلیث فی المسح کو بیان نہیں کیا)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کو دیکھا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور پھر حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا یعنی پہلے تین تین بار ہاتھوں کو دھلا اور پھر تین مرتبہ سر کا مسح کیا یعنی حضرت عثمان بن عفانؓ تثلیث فی المسح کو بتلانا چاہتے ہیں۔

(ب) حضرت عثمان کی وہ احادیث جو مسح رأس کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس کے بارے میں حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سر کا مسح ایک بار کیا کیونکہ جب راوی بقیہ اعضاء کے بارے میں تفصیل بیان کرتا ہے تو ثلاثاً کی قید لگاتا ہے اور جب مسح رأس کو بیان کیا تو صرف مَسَحَ رأسَہ کہا تو اگر مسح رأس بھی تین مرتبہ ہوتا تو راوی یہاں بھی ثلاثاً کی قید لگاتا: مکمل حدیث دیکھنے کیلئے السمح المحمود صفحہ ۳۱۵۔

قال ابوداؤد: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسرائیل کے دو شاگرد یحییٰ ابن آدم ہیں ۲ر وکیع۔ یہ روایت یحیٰ بن آدم کے طریق سے ذکر کی گئی ہے اور اسمیں ہے مسح رأسه ثلاثاً ؛ جبکہ وکیع اسی روایت کو جب اسرائیل سے نقل کرتے ہیں تو وہ مسح رأسه ثلاثاً نہیں کہتے، لہذا یحیٰ کی روایت وکیع کی روایت کے مخالف ہوگئی اور جب یحیٰ بن آدم کی روایت وکیع کی روایت کی مخالفت کرے تو وکیع کی روایت راجح اور یحیٰ کی مرجوح ہوتی ہے کیونکہ وکیع یحیٰ کے مقابلے میں اقویٰ ہیں؛ نیز یحیٰ کی سند میں عامر بن شقیق راوی بھی ہیں اور یہ کمزور ہیں لہذا تثلیث فی المسح کی روایت مرجوح ہے۔ (السمح المحمود ص ۳۱۹)

ابوداؤد شریف ص ۱۶

(۱۹) سوال : أنا خالدٌ عَن عمرو بن يحييٰ المازنيّ عَن عبدالله بن زيد بن عاصم بهٰذا الحديثِ قال: فَمضمض وَاستَنشَقَ مِن كَفٍّ واحِدٍ يفعَلُ ذالک ثلاثاً ثُمّ ذكرَ نَحوَه.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) مضمضہ اور استنشاق کی کیفیت لکھیں (ب) ائمہ اربعہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں (ج) حدیث بالا میں جو حدیث مذکور ہے عمر بن یحی سے خالد کے علاوہ اور بھی کوئی نقل کر رہا ہے یا نہیں اسکو بھی تحریر کریں احناف اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب: (الف) مضمضہ اس کے معنی تحریک الماء فی الفم کے ہے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی کو منھ میں داخل کر کے اس کو منھ میں گھمائے اور اگل دے۔

استنشاق: ناک میں پانی داخل کرنا۔اوپر کو چڑھانا۔

(ب) امام احمدؒ کے نزدیک دونوں یعنی مضمضہ اور استنشاق وضوء اور غسل دونوں میں واجب ہے دلیل حضرت سلمہ بن قیسؓ کی روایت جس کو امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی المضمضۃ والاستنشاق کے تحت نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں اذا توضّأت فانتثر اس میں صیغہ امر وجوب پر دلالت کر رہا ہے اور مضمضہ کے وجوب پر ان کی دلیل ابوداؤد کی وہ روایت ہے جو حضرت لقیط بن صبرہ کے طریق سے مروی ہے اذا توضأت فمضمض اسمیں صیغہ امر وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں وضوء اور غسل میں سنت ہے دلیل عشر من الفطرة والی مشہور حدیث ہے جسمیں مضمضہ اور استنشاق کو بھی شمار کیا گیا ہے نیز ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا توضأت کما أمرک اللہ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا کوئی امر مضمضہ اور استنشاق سے متعلق نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سنت ہیں واجب نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مضمضہ اور استنشاق وضوء میں سنت اور غسل میں واجب ہیں وضوء کے باب میں حنفیہ کی دلیل وہ ہی ہے جو شافعیہ اور مالکیہ کی ہے۔

غسل کے باب میں دلیل یہ ہے امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں محمد بن سیرینؒ سے مرسلا یہ روایت نقل کی ہے أمَرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاِستنشاق من

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجنابة ثلاثاً اس روایت میں من الجنابة کی قید واضح طور پر یہ بتارہی ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کا جو حکم جنابت کی حالت میں دیا گیا ہے وہ وضوء والے حکم سے اعلیٰ ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ وضوء میں مضمضہ اور استنشاق کم از کم سنت ہے تو غسل میں ان کو واجب ہی کہا جا سکتا ہے اس کی اور بھی دلیلیں ہیں اسح المحمود صفحہ ۱۷۹ درس ترمذی صفحہ ۲۳۶ میں دیکھے۔

(ج) عمرو بن یحیٰ سے خالد کے علاوہ ان کے دوسرے شاگرد مالکؒ نقل کرتے ہیں اور مالکؒ کی روایت میں ثم تمضمض واستنشق ثلاثا ہے احناف اس کو جواز پر محمول کرتے ہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دو احتمال ہیں۔

ا ریہ ہے کہ اس کا مقصود تخصیص کف ہے یعنی جس ہاتھ سے مضمضہ کیا اسی ہاتھ سے استنشاق کیا؛ یعنی کف یمنیٰ سے۔

۲ ریہ ہے کہ یہاں وحدت ماء کو بیان کیا جارہا ہے کہ ایک ہی چلو پانی لیکر اسی سے مضمضہ کیا اور اسی سے استنشاق کیا یعنی جمع بین المضمضہ والاستنشاق کیا جو شوافع کے یہاں افضل ہے حنفیہ کے نزدیک فصل بین المضمضہ والاستنشاق افضل ہے جواز میں کوئی اختلاف نہیں گویا کہ حنفیہ نے اس حدیث کو جواز پر محمودل کیا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۱۹

(۴۰) سوال: عن ابی هريرة أنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا توضأ أحدُكُم فَلْيَجْعَلْ في أنفه ماءً ثُمَّ لِيَنْثُر.

(الف) مضمضہ اور استنشاق فی الوضوء میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں جو لوگ ان دونوں کے مسنون ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل تحریر کریں. (ب) فلیجعل امر کا صیغہ ہے جس کے حقیقی معنی وجوب کے ہے وجوب سے سنت اور استحباب پر محمول کرنے کا قرینہ تحریر کریں۔

جواب: (الف) جواب الف سوال نمبر ۱۹ میں گذر گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) جمہور کہتے ہیں کہ یہاں پر امر وجوب کیلئے نہیں ہے بلکہ استحباب کیلئے ہے اور دلیل وہ روایت ہے جس کو امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں توضأ کما أمرک اللہ الخ اس حدیث میں استنثار کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو اس سے سکوت نہ کیا جاتا سکوت فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے (السمح المحمود ص ۱/۳۶۱)۔

ابوداؤد شریف ص ۱۹

(۲۱) سوال: عن ثوبان قال بعث رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَرِیَّۃً فَأصَابَھُم البَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَھُمْ أنْ یَّمْسَحُوا عَلَی العَصَائِبِ وَالتَّسَاخِین.

(الف) عبارت با اعراب لکھکر ترجمہ ومطلب تحریر کریں عصائب اور تساخین کی تحقیق بھی لکھیں (ب) مسح علی العمامہ کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھئے (ج) حدیث مذکور حنفیہ کے مخالف ہے یا موافق اگر مخالف ہو تو اسکا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب: (الف) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا؛ سریہ والوں کو سردی لگ گئی؛ جب یہ حضرات حضور ﷺ کے پاس واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان کو عمامہ اور خفین پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

عصائب: عصابۃ کی جمع ہے بمعنی عمامہ۔

تساخین: تسخان کی جمع ہے یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ پاؤں کو گرم کیا جائے مراد خفین ہیں۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک دستہ جہاد کیلئے روانہ فرمایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان مجاہدین کو اس سفر میں سردی لگ گئی جب یہ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کو رخصت دی کہ بجائے رجلین کے غسل کے مسح علی الخفین کریں اور بجائے مسح رأس کے مسح علی العمامہ کریں۔

(ب) امام احمدؒ؛ امام اوزاعیؒ؛ امام اسحاقؒ؛ اور وکیع بن جراحؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ مسح علی العمامہ پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ دلیل حدیث باب ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مسح علی العمامہ پر اکتفاء کرنا تو جائز ہے لیکن سر کی مقدار مفروض کا مسح کرنے کے بعد عمامہ پر مسح کرنے سے سنت استیعاب حاصل ہو جاتی ہے۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سنت استیعاب بھی مسح علی العمامہ سے اداء نہیں ہوگی۔ اوجز المسالک۔ السح المحمود صفحہ ۳۷۱۔

یعنی امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مسح علی العمامہ جائز نہیں ہے۔ دلیل مؤطا امام مالک کی ایک روایت ہے جسمیں حضرت جابرؓ سے مسح علی العمامہ کے بارے میں سوال کیا گیا؛ تو انہوں نے فرمایا کہ مسح علی العمامہ جائز نہیں حدیث کے الفاظ أن **جابر بن عبدالله الانصاری سُئل عن المسح علی العمامة فقال لا حتیٰ یمسح الشعر بالماء** . یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور مسح علی العمامہ کے عدم جواز کے سلسلہ میں بالکل صریح ہے دوسرا استدلال آیت قرآنی سے ہے **وامسحوا برئوسکم** یہ قطعی ہے۔

(ج) یہ حدیث حنفیہ کے مخالف ہے اس کے بہت سارے جواب دیئے گئے ہیں مگر سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ روایات عمامہ آیت مائدہ کے معارض ہونے کی وجہ سے مؤول اور متروک العمل قرار دی جائیں مزید تفصیل کے لئے السح المحمود ص ۳۷۲/۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۰

(۲۲)سوال :أنَّ المغیرةَ بنَ شُعبةَ قال. تَخَلَّفَ رسولُ الله صلی الله علیه وسلم 'فذکر هٰذهِ القِصّةَ' قال فأتینا النّاسَ وعبدُالرحمٰنِ بنُ عوفٍ یُصَلّی بِهِم الصُّبحَ، فَلَمّارأی النبیُّ صلی الله علیه وسلم أراد أن یّتأخّرَ فاَوْمَأَ الیه أن یَمضِیَ قال :فَصَلَّیتُ أناوالنبیَّ صلی الله علیه وسلم خلفه' رکعةً فَلَمّا سَلَّمَ قام النبیُّ صلی الله علیه وسلم فصلی الرکعةَ ألّتی سَبَقَ بِهَا وَلَمْ یَزِدْ علیها شیأًقال ابوداؤد ابوسعید الخدریُّ وابنُ الزبیر وابن عُمَریقولون من أدرک الفردَ مِنَ الصَّلوةِ عَلَیهِ سَجدَتَا السَّهوِ .

(الف)اعراب لگا کرترجمہ کیجئے.اس حدیث کوابوداؤد نے باب المسح علی الخفین کے تحت ذکرکیاہے آپ فذکرهٰذه القصه کی تفصیل بیان کریں.(ب) قال ابوداؤد سے کیابتلانا چاہتے ہیں اس کی تفصیل کرتے ہوئے ان حضرات نے اس پرسجدہ سہوکولازم قراردیاہے اس کی وجہ تحریرکریں۔

جواب(الف)حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت سے پیچھے رہ گئے پھر بیان کیایہ سب قصہ؛اس کے بعدکہاکہ جب ہم لوگوں کے پاس پہنچے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف ان کوصبح کی نماز پڑھارہے تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کودیکھاتوپیچھے ہٹناچاہا،آپ ﷺ نے اشارہ کیاکہ پڑھائے جاؤ؛پھرمیں نے اوررسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان بن عوف کے پیچھے ایک رکعت پڑھی؛جب عبدالرحمان بن عوف نے سلام پھیراتورسول اللہ ﷺ نے وہ رکعت اداء کی جوعبدالرحمان پہلے پڑھاچکے تھے،اورکچھ زیادتی نہیں کی؛امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعیدخدری؛حضرت ابن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

زبیر اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کے ساتھ طاق رکعتیں پائے (مثلا ایک رکعت یا تین رکعتیں) تو وہ سہو کے دو سجدے کرے۔

فذکر هذه القصة سے مراد وہ واقعہ ہے جسکو پہلی حدیث میں بیان کر دیا جو غزوہ تبوک میں طلوع فجر سے پہلے پیش آیا تھا یعنی آپ ﷺ قطار سے الگ یعنی ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے تو حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ کسی ضرورت بشری کی وجہ سے علیحدہ ہوئے ہیں چنانچہ حضرت مغیرہ بھی خدمت کی غرض سے آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے ؛آپ ﷺ استنجے کیلئے کچھ فاصلہ پر تشریف لے گئے اور استنجاء فرما کر واپس تشریف لائے ؛حضرت مغیرہ نے چمڑے کے ایک برتن جسکو، اداوہ، کہتے ہیں اس سے وضوء کرایا، جب آپ ﷺ نے ہاتھ دھونے کا ارادہ فرمایا تو اپنی آستینوں کو اوپر چڑھانا چاہا جب آپ ﷺ کی آستین اوپر نہ چڑھ سکیں تو دونوں ہاتھ جبہ کے اندر سے باہر نکالے اور دھویا، جب پیروں کو دھونے کا نمبر آیا تو آپ ﷺ نے خفین پر مسح کیا کیونکہ آپ ﷺ نے خفین پہن رکھے تھے پھر آپ ﷺ قافلہ سے جا ملے اور قافلہ سے ملاقات اس وقت ہوئی جب نماز کا وقت ہو رہا تھا فذکر هذه القصة سے یہی مراد ہے۔

(ب) قال ابوداود سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تین صحابہ کرامؓ (ابوسعید خدری؛ ابن زبیر؛ اور ابن عمر کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کو امام کے ساتھ ایک یا تین رکعتیں ملی ہوں تو ایسے مسبوق کو نماز کے فارغ ہونے پر سجدہ سہو کرنا چاہئے اس آدمی پر سجدہ سہو واجب ہے بقول مولانا خلیل احمدؒ عمدہ ترین وجہ یہ ہے کہ اس مسبوق نے بے موقع جلوس کیا جس سے نقصان پیدا ہو گیا اسلئے جبر نقصان کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا الدر المنضود ص/۲۹۴/۱ السمح المحمود ص/۳۹۰۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۳)سوال: عبدالرحمن بن عوف یسال بِلالاً عن وضوء النبی صلی اللہ علیہ فقال کان یخرُجُ یَقضِی حاجَتَهُ فاتیه بالماء فیتوضأ ویمسح علی عمامته ومُوقَیهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں موق کسے کہتے ہیں. (ب) مسح کے متعلق امام مالکؒ اور ائمہ ثلاثہؒ کا مذہب نقل کریں: (ج) مسح علی العمامہ میں امام احمد اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (الف) عبدالرحمان بن عوف حضرت بلال سے حضورﷺ کے وضوء کا حال پوچھ رہے تھے؛ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قضاء حاجت کو نکلتے جب حاجت سے ہو آتے تو میں پانی لاتا، آپﷺ وضوء کرتے اور اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔

موق: وہ موزہ جو خفین پر پہنا جائے. ما یلبس فوق الخفین لحفظه (حاشیہ ابو داؤد)

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ موق چمڑے کے اس موزے کو کہتے ہیں جس کی ساق چھوٹی ہو۔

(ب) مسح علی الخفین کے جواز پر اجماع ہے؛ بعض حضرات نے امام مالکؒ کی طرف عدم جواز کی نسبت کی ہے لیکن یہ غلط ہے جیسا کہ علامہ باجی مالکیؒ نے تصریح کی ہے معلوم یہ ہوا کہ چاروں اماموں کا مسح علی الخفین کے جواز پر اتفاق ہے

(ج) یہ سوال نمبر ۲۱ میں گذر گیا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۴) سوال: عن خزيمة بن ثابتٍ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المسح على الخفين للمسافر ثلثة ايّامٍ وللمقيم يومٌ وَلَيْلَةٌ قال ابو داؤد رواهُ منصُوْرُ بنْ المعتمر عن ابراهيم التَّيميّ باسنادِهٖ قال فيه وَلوْا سَتَزَدْنَا هُ لَزَادَنَا.

(الف) اعراب ترجمہ ومطلب تحریر کریں. (ب) توقیت مسح کے بارے میں ائمہ کرام کے مسالک مع دلائل لکھئے قال ابوداؤد کا مقصد لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسح علی الخفین (کی مدت) مسافر کے لئے تین دن ہے اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات ہے؛ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو منصور بن معتمرؒ نے ابراہیم تیمی سے اسی سند سے نقل کیا ہے تو اسمیں ہے کہ اگر ہم آپ ﷺ سے زیادہ مدت مانگتے تو آپ ﷺ زیادہ دے دیتے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسح علی الخفین کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں اور مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے یعنی مسافر اپنے موزے پر تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک مسح کر سکتا ہے۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ, امام شافعیؒ, اور امام احمدؒ, اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مسافر آدمی کے لئے تین دن تین راتوں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات تک مسح علی الخفین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے کی اجازت ہے اس سے زائد جائز نہیں۔

امام مالکؒ اور لیث بن سعد کا مسلک یہ ہے کہ مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں جب تک بھی موزے پہنے رہے ان پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

دلیل امام مالکؒ ولو استزدناہ لزادنا سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

۱/ ولو استزدناہ لزادنا کی زیادتی صحیح نہیں ہے حافظ زیلعیؒ اور علامہ ابن دقیق العید وغیرہ حضرات نے اس کی تضعیف کی ہے

۲/ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں ایسا ہی ہو پھر بعد میں مدت مقرر کر دی گئی ہو۔

۳/ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حضرت خزیمہ بن ثابت کا اپنا خیال ہے جو شرعاً حجت نہیں۔

۴/ جو علامہ شوکانی نے نقل کیا ہے کہ لو کلام عرب میں انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول کے لئے آتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب ہے المسح علی الخفین للمسافر ثلاثۃ ایام وللمقیم یوم ولیلۃ یہ حدیث اس بارے میں جمہور کی صحیح اور صریح دلیل ہے۔

قال ابوداؤد کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کو منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی سے اسی سند سے نقل کیا ہے یعنی ابراہیم تیمی کی روایت میں لو استزدناہ لزادنا کی زیاتی ہے جو ابراہیم نخعی کی حدیث میں نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۵) سوال: عن اَبی قَیْس العودیّ هو عبدُ الرّحمن بن ثروانَ عن هزیلِ بن شُرَحبیل عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی الله علیه وسلم توضا و مسحَ علی الجوربَیْنِ والنَّعْلَیْنِ قال ابوداؤد کان عبدالرحمن بن مهدیٌّ لا یُحَدِّثُ بهذا الحدیث لانَّ المعروف عن المغیرةِ انَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین.

(الف) اعراب ترجمہ (ب) قال ابوداؤد کا مقصد بیان کریں نیز عبدالرحمان بن مہدی کی جرح کے بعد ایسی حدیث کو اصطلاح میں کس نام سے یاد کیا جاتا ہے، نیز امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کیا حکم لگایا ہے۔ (ج) باب میں ائمہ کے مذہب بھی بیان کریں۔

جواب: (الف) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء فرمایا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے (اسلئے کہ یہ منکر ہے) مشہور مغیرہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

(ب) مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ جرح وتعدیل کے امام بڑے محدث عبدالرحمان بن مہدی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مذکور و مسح علی الجوربین و النعلین روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ کی مشہور حدیث یہ ہے کہ آنحضو ﷺ نے خفین پر مسح کیا ہے نہ کہ جوربین و نعلین پر یعنی مغیرہ کی مشہور حدیث میں مسح علی الجوربین کا ذکر نہیں ہے، بلکہ مسح علی الخفین منقول ہے عبدالرحمان بن مہدی کی جرح کے بعد ایسی حدیث کو منکر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث پر ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ کا حکم لگایا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نوٹ: مگر یہاں پر یاد رکھنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں امام ترمذیؒ سے تسامح ہوگیا کیونکہ محدثین کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

(نوٹ) جوربین وہ موزے کہلاتے ہیں جو اون یا سوت وغیرہ کے ہوں ان کی دو قسمیں ہیں ا/ ثخین ۲/ رقیق۔

ثخین وہ موزے کہلاتے ہیں جن میں تین شرطیں پائی جائیں ا/ ان میں بآسانی پانی سرایت نہ کرسکے ۲/ وہ بغیر کچھ باندھے ہوئے پنڈلی پر رکے رہیں ۳/ انکو پہن کر ۲/ یا ۳/ میل چلا جاسکے۔

اور رقیق وہ موزے کہلاتے ہیں کہ جن میں مذکورہ تینوں شرائط نہ پائی جائیں پھر دونوں کی تین تین قسمیں ہیں ا/ مجلد ۲/ منعل ۳/ سادہ؛ مجلد اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو. منعل صرف نیچے چمڑا ہو؛ سادہ کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو۔

(ج) ثخین کی تینوں قسموں (مجلد منعل سادہ) پر بالاتفاق مسح جائز ہے سادہ پر حضرت امام اعظمؒ پہلے عدم جواز کے قائل تھے لیکن وفات سے ۳ یا ۹ دن پہلے رجوع فرمالیا تھا۔

اور رقیق کی ایک قسم مجلد پر بالاتفاق مسح جائز ہے، ایک قسم سادہ پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے. تیسری قسم رقیق منعل تو یہ مسئلہ متقدمین کی کتابوں میں نہیں ہے جن بعض کتابوں میں ہے ان میں ناجائز لکھا ہے البتہ متاخرین کی کتابوں میں یہ مسئلہ ہے اور عام طور پر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں اور بعض حضرات ان پر مسح جائز کہتے ہیں ہمارے اکابر میں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے. دارالافتاء عدم جواز کا فتویٰ دیتا ہے. اور شیخ الاسلام حضرت مولنا حسین احمد مدنی قدس سرہ جائز کہتے تھے تحفۃ الالمعی ص ۳۶۸ السمح المحمود ۲۰۲۔

ابوداؤد شریف ص ۲۲

(۲۶) سوال: عن المغيرةِ بن شعبةَ انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْسَحُ علَى الخفينِ وَقال غيرُ محمدٍ علَى ظهرِ الخفين .

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب ترجمہ مطلب بیان کریں۔ (ب) اس مسئلے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کریں اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں اور معلول کی تعریف کریں۔

جواب: (الف) حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے محمد بن الصلاح کے علاوہ نے نقل کیا ہے کہ موزوں کی پشت پر مسح کرتے تھے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں جتنے بھی راوی ہیں محمد بن الصلاح کے علاوہ سب کے سب یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کی پشت پر مسح کرتے تھے یعنی محمد بن الصلاح نے علی ظہر الخفین کو نہیں بیان کیا بلکہ کہا کہ یمسح علی الخفین۔

(ج) حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین اعلیٰ اور اسفل دونوں جانبوں میں ہوگا پھر امام مالکؒ جانبین کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں اور اما شافعیؒ اعلیٰ کو واجب اور اسفل کو مستحب۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف اعلی الخف کا مسح ضروری ہے. بذل المجہود صفحہ ۹۹/۱۔

دلیل مالکیہ اور شافعیہ: أنه مسح أعلى الخف وأسفله یہ روایت امام ابوداؤد نے باب کے اخیر میں ذکر کی ہے: مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت معلول ہے خود امام ترمذیؒ نے اسکو معلول قرار دیا ہے۔

معلول کی تعریف یہ ہے کہ معلول اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں یا متن میں کوئی علت قادحہ پائی جارہی ہو خواہ اس کے تمام رجال ثقات ہوں۔

دلیل حنفیہ اور مالکیہ ان کی دلیل حدیث باب ہے کہ جس میں ظاہر خف پر مسح کی صراحت ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے وَلَقَدْ رَأَيْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَمْسَحُ عَلَىٰ ظَاهِرِ خُفَّيْه اس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر خف پر مسح کیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۲

(۲۷) سوال: حدثنا محمد بن كثيرٍ ثنا سفيانُ هُوَ الثوريُّ عن منصور عن مجاهد عن سفيان بن الحكمِ الثقفيِّ او الحكم بن سفيانَ الثَّقفِيِّ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا بال يَتوضّأُ وَينتَضحُ قال ابو داؤد وافق سفيانَ جَمَاعَةٌ على هٰذاالاسنادِ وَقال بَعْضُهُمْ الحكمُ او ابن الحكمِ .

(الف) اعراب ترجمہ: انتضاح کے کتنے معانی ہیں اور یہاں پر کیا مراد ہے معنیٰ مرادی کا تعین کسی حدیث سے کیجئے (ب) قال ابوداؤد سے مصنف کی غرض لکھیے۔

جواب: (الف) حضرت سفیان بن حکم یا حضرت حکم بن سفیان سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیشاب کرتے تو وضوء کرتے اور چھینٹیں مارتے۔ ابودود نے کہا کہ ایک جماعت نے سفیان کی اس سند میں موافقت کی ہے اور بعض نے کہا حکم یا ابن حکم۔

شراح حدیث نے انتضاح کے کئی معنی لکھے ہیں۔

امام نوویؒ نے هو الاستنجاء بالماء مراد لیا ہے اس صورت میں اذا توضأت سے مراد اذا اردت الوضوء ہوگا، اور بعض حضرات نے صب الماء على الأعضاء مراد لیا ہے: لیکن اکثر علماء نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ وضوء کے بعد زیر جامہ پر چھینٹیں مار لئے جائیں اور اسکی حکمت عموماً یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے خروج قطرات کے وسوسے نہیں آتے لیکن سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کی مراد یہ ہی معنی ہے کیونکہ حدیث میں ہے أنَّ النبی صلى الله عليه وسلم بَالَ ثمَّ توضأو نضح فرجه' یہ حدیث اسی معنی کی تعیین کرتی ہے۔

(ب) مصنفؒ اپنے قول سے سند میں رواۃ کے اختلاف کو بیان فرمارہے ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اختلاف یہ ہے کہ بعض رواۃ نے سند میں حکم بن سفیان کے بعد عن أبیہ کا اضافہ نقل کیا ہے یہ ابوداؤد ہی کی دوسری سندوں میں مذکور ہے، اور سفیان ثوری نے سند مذکور میں عن ابیہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اب مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ واسطہ کے ذکر نہ کرنے میں ایک جماعت بھی سفیان ثوری کے ساتھ ہے ان حضرات نے بھی عن ابیہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا: زبدۃ المقصود صفحہ ۵۳ السمح المحمود ۲۱۱

ابوداؤد شریف ص ۲۴

(۲۸) سوال: عن عائشة أنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوضأ قال ابوداؤد: وهو مرسلٌ وابراهيمُ التيميُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عائشة شيئاً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور بتلائے کہ ابوداؤد کا اس روایت کو مرسل کہنے کا کیا مطلب ہے جبکہ صحابہ کا نام مذکور ہے. (ب) امام ابوداؤد کے قول کی وضاحت کیجئے اگر ان سے مذہب احناف پر کوئی اثر پڑتا ہے تو اس کا جواب لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کا بوسہ لیا اور وضوء نہیں کیا ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے، ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہؓ سے کچھ نہیں سنا۔

امام ابوداؤد کا اس روایت کو مرسل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مرسل سے مراد مرسل بمعنی لغوی یعنی منقطع ہے کیونکہ ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک حجت ہے بشرطیکہ مرسل ثقہ ہو اور یہاں ابراہیم تیمی ثقہ ہیں۔

(ب) یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت مذکورہ کی سند پر اعتراض ہے کہ ابراہیم تیمی کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں کیونکہ یہاں تابعی اور صحابی کا درمیانی واسطہ محذوف ہے: اور اس سے مذہب احناف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ احناف کے نزدیک ثقہ رواۃ کی مراسیل حجت ہیں. زبدۃ المقصود صفحہ ۵۴۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۳

(۲۹)سوال :قال حدثنا انس أنَّ رجلاً جاء الی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد توضأوترک علیٰ قدمہ مثل موضع الظفر قال لہ رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم ارجع فاحسن وُضُوءک :قال ابوداؤدَ ھٰذالحدیثُ لَیسَ بمعروفٍ عن جریرِبنِ حَازمٍ 'وَلَمْ یَرْوِہ اَلَّاابن وَھبٍ وَحْدَہ.

(الف)اعراب لگاکرترجمہ کیجئے(ب)موالاۃ کے بارےمیں ائمہ کے مذہب مع دلیل تحریرکریں(ج)قال ابوذوٗدکامقصدبیان کریں۔

جواب:(الف)حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا،اس نے وضوء کررکھا تھا،اور ایک ناخون برابر جگہ اس نے چھوڑدی تھی،آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ لوٹ جاؤاوراچھی طرح وضوءکروحضرت امام ابوداؤدؒفرماتے ہیں کہ جریربن حازم سے یہ روایت معروف نہیں ہے اس کوصرف ابن وہب نے روایت کیاہے۔

(ب)اس سلسلہ میں اصل دومذہب ہیں

ا۔مالکیہ اورحنابلہ کے نزدیک موالات فی الوضوءشرط اورفرض ہے,البتہ امام مالک دوشرط کے ساتھ فرض کہتے ہیں،ایک یہ کہ متوضی کویادرہےدوسری شرط یہ ہے کہ موالات سے عاجزنہ ہو۔

۲۔حنفیہ اورشوافع کے نزدیک اعضاء کےدرمیان موالات سنت ہے۔

مالکیہ اورحنابلہ کااستدلال حدیث باب سے ہے کہ اسمیں آپ علیہ السلام نے فرمایاارجع فأحسن وضوئک اسمیں احسان وضوءکاحکم فرمایاہے یہ نہیں فرمایاکہ صرف اس جگہ کو دھولوجوچھوٹ گئی ہے اگرموالات ضروری نہ ہوتی تواحسان وضوءکاحکم نہ دیاجاتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حنفیہ اور شوافع نے کتاب اللہ سے استدلال کیا ہے وہ اس طرح کے اللہ تعالیٰ نے آیت وضوء میں صرف غسل اعضاء اور مسح رأس کا حکم دیا ہے اسمیں موالات کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

دوسرا استدلال حضرت میمونہ کی حدیث سے ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے غسل کیلئے پانی رکھا آپ ﷺ نے ابتداء غسل میں وضوء کیا مگر پاؤں مبارک نہیں دھوئے، اس کے بعد غسل فرمایا پھر غسل کی جگہ سے الگ ہوکر پاؤں دھوئے استدلال اسطرح ہے کہ پاؤں کے علاوہ دوسرے اعضاء وضوء دھوئے جاچکے تھے، اور پاؤں کے دھونے سے پہلے غسل کا کافی وقفہ پیش آیا، اگرچہ اعضاء وضوء غسل کی وجہ سے خشک نہ ہوئے ہوں مگر تفریق آگئی اور موالات باقی نہ رہی۔ عمدۃ القاری (۳۴۳/۴) السمح المحمود صفحہ ۴۲۱۔

(ج) مصنفؒ اس حدیث کو اس سند سے غیر معروف یعنی منکر قرار دے رہے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جریر بن حازم سے روایت کرنے والے ابن وہب راوی منفرد ہیں لہذا اس تفرد کے اعتبار سے یہ حدیث منکر ہوگی۔

نیز اسلئے بھی کہ جریر اگرچہ ثقہ راوی ہیں مگر قتادہ سے ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے، کما صرح ابن حجر فی التقریب السمح المحمود ص/۴۲۱۔

ابوداؤد شریف ص ۲۴

(۳۰) سوال: حدثنا عثمانُ بن أبي شيبةَ قال: ثنا وكيعٌ عن الأعمشِ عَن حبيبٍ عَن عروةَ عن عائشةَ أنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَبَّلَ امرأةً من نسائه ثم خرج الى الصّلاة ولم يَتوضّأ قال عروةُ فقلتُ لَهَا من هي الا انتِ فَضَحِكَتْ قال ابو داؤد قال يحيىٰ بن سعيد القطّانُ لرَجُلٍ احكِ عَنّي انَّ هٰذين الحدِيْثينِ يعني حديثَ الاعمشِ هٰذا عن حبيبٍ وَحَدِيْثَهُ بهذا الاسنادِ في المستحاضةِ انّها تتوضّأ لكلِّ صَلاةٍ قال يحيى احكِ عنّي انّهما

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شِبْهٌ لاشيئ قال ابو داؤد ورُوِي عن الثوريّ قال ماحدثنا حبيبٌ الا عن عروة المزني يعني لم يحدِّثهم عن عروة الزبير بشيئ.

(الف) حدیث کا ترجمہ: یحیٰ بن سعید کی تضعیف حدیث کی وجہ اور سفیان ثوریؒ کی روایت کا مقصد (ب) مس مرأة کے ناقض وضوء ہونے میں ائمہ کے مذاہب مدلل تحریر کریں. حبیب کی روایت عروہ بن الزبیر سے ثابت ہو تو اس کو بیان کریں۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا پھر نماز کے لئے نکلے اور وضوء نہیں کیا، عروہ نے (حضرت عائشہؓ سے) کہا کہ وہ بیوی تم ہی ہوں گی حضرت عائشہؓ ہنس پڑیں۔

قال ابوداؤد کا ترجمہ: ابوداؤد نے کہا کہ یحیٰ بن سعید القطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھے یہ بات نقل کر کہ یہ دونوں حدیثیں یعنی ایک وہ حدیث جو حبیب بن ثابت کے واسطہ سے مروی ہے، دوسری وہ جو اسی سند سے مستحاضہ کے باب میں کہ وہ ہر نماز کے لئے وضوء کرے،، یحیٰ نے کہا تو مجھ سے یہ نقل کر کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں. ابوداؤد کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ ہم سے حبیب نے صرف عروہ مزنی کے واسطے سے حدیث بیان کی ہے یعنی عروہ بن الزبیر سے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

یحیٰ بن سعید کی تضعیف حدیث کی وجہ یہ ہے کہ عروہ سے مراد عروۃ بن الزبیر نہیں بلکہ عروۃ المزنی ہے اور عروۃ المزنی مجھول ہیں اس وجہ سے حدیث ضعیف ہے۔

سفیان ثوری کی روایت کا مقصد یہ ہے کہ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت عروۃ بن الزبیر سے مطلقاً روایت نہیں کرتے یعنی حبیب نے عروۃ بن الزبیر سے کوئی حدیث سنی ہی نہیں ہے، یعنی سفیان ثوری نے ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ حبیب بن ابی ثابت عروۃ بن الزبیر سے مطلقاً روایت نہیں کرتے۔

(ب) حنفیہ کے نزدیک مس مرأۃ غیر ناقض ہے مگر یہ کہ مباشرت فاحشہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام شافعیؒ کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ مس مرأۃ مطلقا ناقض ہے خواہ صغیرہ کا یا کبیرہ کا محرم کا ہو یا غیر محرم کا، شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے بگران کے نزدیک ایک شرط ہے کہ مس بلا حائل ہو۔

امام مالکؒ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ موجب وضوء ہے۔

ا/کبیرہ ہو ۲/اجنبیہ ہو ۳/مس بالشہوت ہو۔

امام احمد سے علامہ ابن قدامہؒ نے تین روایتیں نقل کی ہیں؛ ایک حنفیہ کے مطابق اور ایک شوافع کے مطابق اور تیسری مالکیہ کے مطابق حاصل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کسی نہ کسی صورت میں نقض وضوء کے قائل ہیں اور حنفیہ عدم نقض وضوء کے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ان کا استدلال قرآن کی آیت أو لٰمستم النساء سے ہے کہ یہاں لمس بالید مراد ہے اب قرآنی آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کے مس بالید کے بعد عدم وجدان الماء کی صورت میں تیمّم کا حکم ہے لہذا معلوم ہوا کہ مس مرأۃ ناقض وضوء ہے۔

حنفیہ کی دلیل حدیث باب ہے أنَّ النبی صلی الله علیه وسلم قَبَّلَ بعض نسائه ثم خرج الی الصلاة ولم یتوضأ اسمیں صراحتا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے بوسہ لینے کے بعد وضوء نہیں کیا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ لٰمستم النساء جماع سے کنایہ ہے۔

حبیب کی روایت عروۃ بن الزبیر سے ثابت ہے وقد روی حمزة الزیات عن حبیب عن عروة بن الزبیر عن عائشة حدیثا صحیحا .اس سے امام ابوداؤد نے وہ روایت مراد لی ہے جو امام ترمذیؒ نے ابواب الدعوات میں روایت کی ہے۔ أنه علیه السلام کان یقول اللهم عافنی فی جسدی وعافنی فی بصری، بہرحال مذکورہ حدیث کو امام ابوداؤد نے صحیح قرار دے کر سفیان ثوریؒ کے قول کی تردید کی ہے بذل ا/ص/۱۰۹/السمح المحمود/۴۲۸۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۴

(۳۱) سوال: عن عبدالله بن ابی بکرٍ انه سمع عروةَ يقول دخلتُ علىٰ مروان بن الحكم فذكرنا مايكونُ منه الوضوء فقال مروانُ ومِن مس الذكر فقال عروةُ ماعلمتُ ذالک فقال مروانُ اَخبرتنی بُسرةُ بنتُ صفوانَ انها سَمِعَتْ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من مس ذكرهُ فليتوضّأ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے: (ب) مس ذکر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مدلل تحریر کریں اور مسلک حنفیہ کی وجہ ترجیح لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں مروان بن الحکم کے پاس گیا. اور ہم نے ان چیزوں کا تذکرہ کیا جس سے وضوء ٹوٹتا ہے مروان نے پوچھا کہ مس ذکر سے بھی عروہ نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں مروان نے کہا کہ مجھے بسرہ بنت صفوان نے خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے ذکر کو چھوئے وہ وضوء کرے۔

(ب) امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضوء نہیں۔
امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ناقض ہے تحفۃ الالمعی جلد ا صفحہ ۳۳۴۔
اور درس ترمذی میں صفحہ ۳۳۴ پر اس طرح لکھا ہے. حضرت اما شافعیؒ کے نزدیک مس ذکر بباطن کف بلا حائل ہو تو ناقض ہے۔
حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مس ذکر و فرج و دبر کسی سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی یہ ہی ہے البتہ ان دونوں کی ایک دوسری روایت امام شافعیؒ کی طرف بھی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اما شافعیؒ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے. من مس ذکرہ فلیوضأ اور باطن کف کی قید حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے ثابت کی ہے أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَن أفضیٰ بیدہ الی ذکرہٖ لیس دونہ ستر فقد وجب علیہ الوضوء۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: وہ حدیث ہے کہ جسمیں آپ ﷺ نے فرمایا ھل ھو الا مضغة منه او بضعة منه اسمیں آپ نے فرمایا کہ وہ انسان کے جسم کا ایک حصہ ہے جس طرح انسان کے دوسرے اعضاء کے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اسی طرح ذکر کے چھونے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

مسلک حنفیہ کی وجوہ ترجیحات بہت ہیں تفصیل کیلئے دیکھے السمح المحمود صفحہ ۴۳۸۔

میں صرف ایک وجہ ترجیح بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تعارض احادیث کے وقت قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور قیاس سے بھی حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اسلئے کہ بول وبراز وغیرہ نجس العین ہیں ان کا مس کسی کے نزدیک بھی ناقض نہیں لہذا اعضاء مخصوصہ جن کا طاہر ہونا متفق علیہ ہے ان کا مس بھی بطریق اولیٰ ناقض نہ ہونا چاہئے السمح المحمود صفحہ ۴۳۸ درس ترمذی صفحہ ۳۰۹۔

ابوداؤد شریف ص ۲۵

(۳۲) سوال: عن جابر قال کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار قال ابو داؤد وھذا اختصارٌ مِن الحَدیثِ الاوَّلِ.

(الف) قال ابوداؤد کی تشریح کریں اس کے بعد ابوداؤد کے قول پر جو نقد کیا جاتا ہے اس کو بھی تحریر کریں: (ب) وضوء مما مست النار کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہوتو اس کو تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (الف) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی یہ حدیث کوئی مستقل حدیث نہیں بلکہ حدیث سابق جو ابن جریج عن محمد بن المنکدر کے طریق سے مروی ہے کا اختصار ہے وہ حدیث یہ ہے، سمعتُ جابر ابن عبدالله يقول: قَرَّبْتُ للنبي صلى الله عليه وسلم خُبزاً ولحماً فأكل ثم دعا بوضوء فتوضأ به ثم صلى الظهر، ثم دعا بفضلِ طعامه فأكل، ثم قام الى الصلاة ولم يتوضأ، حضرت ابوداؤد حضرت جابرؓ کی حدیث کو اس حدیث کا اختصار بتلاتے ہیں کہ حضرت جابر کی حدیث الگ سے کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک ہے۔

(نوٹ) اور حدیث جابرؓ کا ناسخ و منسوخ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے تناول لحم کے بعد ظہر کی نماز کیلئے جو وضوء کیا اس میں دو احتمال ہیں ا/ یہ کہ وضوء مما مست النار کے اکل کی وجہ سے تھا، ۲/ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وضوء کرنا اسلئے تھا کہ پہلے سے باوضوء نہ تھے اب اس احتمال ثانی کی صورت میں نسخ پر استدلال صحیح نہیں، ہاں اگر حضرت جابرؓ کی یہ حدیث: کان آخر الامرین: مستقل حدیث ہوتی تو اس سے استدلال کرنا صحیح ہوسکتا تھا۔

حضرت امام ابوداؤدؒ کے قول پر یہ نقد کیا جاتا ہے کہ ابوداؤد کی یہ بات کہ حدیث ثانی حدیث اول ہی کا اختصار ہے ہمیں تسلیم نہیں۔ اس لئے کہ اختصار ماننے میں راوی کی طرف وہم کی نسبت لازم آتی ہے۔ الدر المنضود جلد ا/صفحہ ۱۳۲۷ فتح المحمود ص ۴۵۸/۔

علامہ شوکانی علامہ ابن ترکمان حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کو پہلی حدیث کا اختصار کہنا درست نہیں بلکہ یہ دونوں مستقل دو حدیثیں ہیں جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہے اور نیز اختصار کا قول ظن ہے جو جمہور (مثلاً امام شافعی، احمد، ابن مبارک، سفیان ثوری، امام ترمذی وغیرہم) کے نزدیک اس حدیث کے مشہور و مروج معنی کے سراسر خلاف ہے۔

(ب) اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ صدر اول میں کچھ اختلاف تھا بعض صحابہ جیسے حضرت ابوہریرہؓ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرو غیرہ اس سے نقض وضوء کے قائل تھے لیکن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بعد میں صحابہ اور تابعین کا اس کے ناقض وضوء نہ ہونے پر اجماع ہو گیا۔ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں ہے۔ ارخ المحمود ص ۲۵۲۔

ابوداؤد شریف ص ۲۶

(۴۳) سوال: عن ابی سلمة انّ سفیانَ بن سعیدِ بن المغیرة حَدَّثَهُ انه دخل علی امّ حبیبة فَسَقَتهُ قدحًا من سویقٍ فدعا بماءٍ فتمضْمَضَ فقالت یا ابن اختی الا توضَّأ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال توضّأ وا مِمَّا غیرتِ النارُ او قال ممَّا مسَّتِ النَّارُ .

(الف) حدیث کا ترجمہ کیجئے۔ (ب) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور کا مسلک اس کے خلاف کیوں ہے (ج) ابن اخت اور ابن اخ کے تعارض کو دفع کریں۔

جواب: (الف) حضرت سفیان بن سعید سے روایت ہے کہ وہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئے، انہوں نے ایک ستو کا پیالہ ان کو پلایا پھر ابوسفیان نے پانی منگا کر کلی کی؛ تو حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ اے میرے بھانجے تم نے وضوء کیوں نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وضوء کرو ان کھانوں سے جو آگ سے پکے ہوں ابوداؤد کہتے ہیں کہ زہری کی حدیث میں، یا ابن اُخی ہے یعنی اے میرے بھتیجے۔

(ب) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور کا مسلک اس کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ جمہور اس حدیث کے تین جوابات دیتے ہیں۔

۱ر وضوء مما مست النار، کا حکم منسوخ ہو چکا ہے دلیل .کان آخر الامرین۔

۲ر وضوء کا حکم استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر، دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء بھی ثابت ہے اور ترک وضوء بھی، اور یہ استحباب کی شان ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۴۳/اس باب میں وضوء سے مراد وضوء اصطلاحی نہیں بلکہ وضوء لغوی ہے، یعنی ہاتھ منھ دھونا دلیل ثم اتینا بماء فغسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ مسح ببلل کفیہ وجھہ الخ.

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تینوں توجیہات بیک وقت درست اور صحیح ہیں درس ترمذی جلد ا صفحہ ۲۹۸۔

(ج) یا ابن اُختی یعنی اے میرے بھانجے کہنا تو واقعہ کے مطابق ہے, اسلئے کہ یہ دونوں خالہ بھانجے ہیں اور یا ابن اُخی کہنا مجازا ہوگا السمح المحمود صفحہ ۴۶۱۔

ابوداؤد شریف ص ۲۷

(۳۴)سوال: عن أبی خالدٍ الدَّالانِیِّ عن قتادة عن ابی العالیِّة عن عَباس انَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسجُد ویَنَامُ وَیَنْفُخ ثُمَّ یقومُ فیصلی ولا یتوضأ فقلت لهٗ صَلَّیْتَ وَلَمْ تتوضَّأ وقد نمت فقال انما الوضوءُ علی من نام مضطجعًا قال ابوداؤد قوله الوضوءُ علی من نام مضطجعًا هو حدیثٌ منکرٌ لم یروه الا یزیدَ الدَّالا نیّ عن قتادة . وروی اوّلهٗ جماعةٌ عن ابن عباس لم یذکروا شیئا من هذا قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظًا . وقال شعبة انما سمع قتادةُ عن ابی العالیةَ اربعةَ احادیث .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے و مطلب بیان کیجئے :(ب) قال ابوداؤد کی وضاحت کریں یزید الدالانی کے بارے میں کسی نے توثیق کی ہو تو اس کو تحریر کریں .اور ابوداؤد کے اعتراض کا جواب تحریر کریں (ج) نوم مطلق ناقض وضوء ہے یا نہیں۔

جواب: (الف) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اور سو جاتے تھے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آتی تھی، پھر نماز پڑھتے تھے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور وضوء نہیں کرتے تھے ,ایک بار میں نے کہا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ سو گئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضوء اس شخص کیلئے ضروری ہے جو کروٹ لے کر سو جائے۔

امام ابوداوؔد نے کہا کہ الوضوء علیٰ من نام مضطجعاً حدیث منکر ہے: قتادہ سے یزید دالانی کے علاوہ کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا۔

اور حدیث کے اول حصہ کو ایک جماعت نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ مضمون نہیں ہے, حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ ﷺ اس سے محفوظ تھے۔

شعبہ نے کہا کہ قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں۔

(ب) حضرت امام ابوداوؔد یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ ٹکڑا (الوضوء علیٰ من نام مضطجعاً) یہ منکر ہے کیونکہ اس ٹکڑے کو قتادہ سے صرف یزید دالانی روایت کرتے ہیں اور یہ ضعیف ہے .اور حدیث کے اول حصہ کو ایک جماعت یعنی ابوالعالیہ کے سوا ابن عباس کے دوسرے تلامذہ عکرمہ, کریب .سعید بن جبیر نے اس حدیث کے صرف ابتدائی حصہ کو ذکر کیا ہے نہ کہ آخری حصہ کو بھی یعنی انہوں نے الوضوء علیٰ من نام مضطجعا والا ٹکڑا چھوڑ دیا اس کو بیان نہیں کیا۔

وقال شعبة .اس سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شعبة کہتے ہیں کہ قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار احادیث سنی ہیں،

ا۔ یونس بن متّٰی کی حدیث جو بخاری شریف میں کتاب الأنبیاء میں ہے۔

۲۔ ابن عمر کی حدیث جو نماز سے متعلق ہے۔

۳۔ حضرت علی کی حدیث جو قاضیوں سے متعلق ہے۔

۴۔ حضرت ابن عباس کی حدیث، حدثنی رجال مرضیون منهم عمر وأرضاء هم عندی عمر اب ہم نے دیکھا کہ حدیث انما الوضوء علیٰ من نام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مضطجعا ان چاروں میں شامل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث منقطع السند ہے۔

ابوداؤد کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے حدیث منکر جو کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے یزید دالانی کی وجہ سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یزید دالانی مختلف فیہ ہے چنانچہ ان کو ابوحاتم نے ثقہ اور ذہبی نے حسن الحدیث کہا ہے پس یہ متوسط ہے نہ کہ ضعیف محض نیز وہ زیادتی بیان کر رہا ہے مخالفت نہیں کر رہا ہے اس کے علاوہ حدیث ھذا کے شواہد بھی موجود ہیں فلہٰذا یہ حجت و معتبر اور حسن لغیرہ ہے زبدۃ المقصود صفحہ ۶۱۔

اور روی اولہ کا جواب یہ ہے کہ ابوالعالیہ کو ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور علامہ الالکائی کہتے ہیں مجمع علی ثقتہ: زبدۃ المقصود صفحہ ۶۱ بذل المجہود جلد ا صفحہ ۵۶ لہٰذا ان کی زیادتی معتبر ہے۔

امام ابوداؤد کے قول وقال شعبۃ کا جواب یہ دیا ہے کے چار والا حصر تقریبی ہے تحقیقی نہیں؛ چنانچہ امام ترمذیؒ نے ان کی حدیث تین بیان کی ہے اور امام بیہقی نے ایسی روایات کی تعداد چھ بتائی ہیں۔

یزید دالانی کے بارے میں ابوحاتم نے توثیق کی ہے یعنی ابوحاتم نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(ب) نوم مطلق ناقض وضوء ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہیں۔

ا رنوم مطلقا غیر ناقض وضوء ہے یہ مسلک حضرت ابن عمرؓ، ابوموسیٰ اشعری اور ابومجلزؒ وغیرہ حضرات کا ہے۔

۲ رنوم مطلقا ناقض وضوء ہے. خواہ قلیل ہو یا کثیر یہ قول حسن بصری، امام زہری اور امام اوزاعی سے منقول ہے۔

۳ رنوم غالب ناقض ہے اور نوم غیر غالب غیر ناقض ہے یہ مسلک ائمہ اربعہ اور جمہور کا ہے. اس تیسرے قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ نوم بنفسہ ناقض نہیں بلکہ مظنہ خروج ریح کی وجہ سے ناقض ہوتی ہے چنانچہ یہ مظنہ معمولی نیند سے پیدا نہیں ہوتا اسلئے اختیار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا گیا غیر غالب ناقض نہیں۔

ابوداؤد شریف ص ۲۷

(۳۵) سوال: عَن عَلِيٍّ قال : كنتُ رجلاً مَذَّاءً فجعلتُ أغتسِلُ حتىٰ تَشَقَّقَ ظَهرِيْ، فذكرتُ ذالك للنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلَّم، فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل اذارأيتَ المذيَّ ، فاغسل ذكرك وتوضّأ وُضوءَكَ لِلصّلاة، فاذافضخت الماءَ فَاغْتَسِلْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے: (ب) مذی ودی اور منی کے مابین فرق واضح کیجئے

(ج) منی کی طہارت ونجاست کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: (الف) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی، تو میں غسل کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ (نہاتے نہاتے) میری پیٹھ پھٹ گئی. میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مذی نکلے تو (غسل) مت کرو بلکہ اپنے ذکر کو دھو کر نماز کی طرح وضوء کرلو، اور جب منی نکلے تو البتہ غسل کرو۔

(ب) مذی ودی اور منی کے مابین فرق یہ ہے کہ جب شہوت سے خارج ہوتو بالاجماع موجب غسل ہے خروج من غیر شہوت کی صورت میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک موجب غسل نہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک موجب غسل ہے اور مذی کے ناقض وضوء ہونے میں سب کا اتفاق ہے البتہ طریقہ تطہیر میں اختلاف ہے اور ودی کے ناقض وضوء ہونے میں اور طریقہ تطہیر میں سب کا اتفاق ہے: معلوم ہوا کہ منی کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے اور مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ارشاد فرمایا کہ مذی اور منی دونوں میں شہوت قدر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مشترک ہے مگر ایک جگہ صرف وضوء ہے اور دوسری جگہ غسل ہے. دونوں میں فرق یہ ہے کہ مذی میں شہوت ضعیف ہے, قضاء شہوت بھی ضعیف ہے اور تلذذ بھی کم ہے, اسلئے ذکراللہ سے غفلت بھی کم ہے. تو صرف وضوء کا حکم دیا گیا, اور منی میں شہوت بھی کامل ہے اور قضاء شہوت بھی کامل ہے نیز تلذذ میں بھی پورا جسم شامل رہتا ہے اور اسی لئے ذکراللہ سے بھی غفلت ہوجاتی ہے اسلئے غسل کا حکم دیا گیا تاکہ غسل کے بعد طبیعت نشاط پر آجائے اور ذکراللہ کی طرف توجہ ہوجائے: السح المحمود صفحہ ۴۸۴ ایضاح البخاری صفحہ ۳۸۲ جلد ۲۔

(ج) حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک منی پاک ہے۔

دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث! كنتُ أفركُ المنيَّ من ثوبِ رسول الله ﷺ چونکہ فرک نجاست کو پاک نہیں کرسکتا اور منی رگڑنے سے پاک ہوجاتی ہے معلوم ہوا کہ منی فی نفسہ ناپاک نہیں اسلئے منی کو کھرچ دینے سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے اور اگر نجاست ہوتی تو کپڑا ہرگز بغیر دھوئے پاک نہ ہوتا۔

دلیل ثانی استدلال بالقیاس کے طور پر امام شافعیؒ نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ ہم منی کو کس طرح نجس کہہ سکتے ہیں جبکہ انبیاء کرام جیسی مقدس اور پاکیزہ شخصیات کی تخلیق اسی سے ہوئی ہے۔

حضرت امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک منی نجس ہے دلیل قال سأل رجل النبيَّ صلى الله عليه وسلم أصلي في الثوب الذي أتي فيه أهلي, قال نعم ,الّا أن ترىٰ فيه شيأ فتغسله. یعنی اگر کپڑے پر منی کا کوئی قطرہ لگا ہو تو بغیر دھوئے نماز نہ پڑھئے, معلوم ہوا کہ منی نجس ہے ورنہ دھونے کی ضرورت نہ تھی۔

۲ر حنفیہ کا استدلال ان تمام روایات کے مجموعہ سے بھی ہے جن میں منی کے فرک یا غسل کا حکم ہے اس مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منی کو کپڑے پر چھوڑنا گوارا نہیں کیا گیا، اگر یہ بات ہوتی تو کہیں بیان جواز کے لئے یہ بات ثابت ہوتی کہ اسے کپڑے یا جسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پر چھوڑا گیا ہے: ان کے علاوہ اور بہت ساری دلیلیں ہیں اسمح المحمود صفحہ ۴۸۷۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اشیاء نجسہ کی پاکی کے طریقے مختلف ہیں، بعض جگہ تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے اور بعض جگہ نہیں: چنانچہ روئی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھن دیا جائے, اسی طرح زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے اسی طرح منی سے طہارت حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ فرک کر دیا جائے بشرطیکہ وہ خشک ہوگئی ہو۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ انقلاب ماہیت سے شیٔ نجس طاہر ہو جاتی ہے لہذا جب منی منقلب الی اللحم ہوگئی تو قلب ماہیت کی وجہ سے اس میں طہارت آ گئی: اسمح المحمود صفحہ ۴۸۸۔

ابوداؤد شریف ص ۲۷

(۳۶) سوال: حدثنا عثمان بن أبی شیبةَ أخبرنا شریکٌ وجریرٌ وابنُ اِدریس عن الأعمش عن شقیقٍ قال قال عبدُاللهِ: کُنّا لانتوضّأ مِن مَوطِئٍ وَلَا نکُفُّ شعراً ولا ثوباً قال ابراهیم بن معاویة عن الاعمش عن شقیق عن مسروق او حدِّثه عنه قال قال عبدالله ، وقال هَنَّادٌ عن شقیق او حُدِّثَهُ عنه قال عبدُ الله .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے: (ب) سند کے اختلاف کو واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت شقیقؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم راستہ میں چل کر پاؤں نہیں دھوتے تھے' اور نماز میں بالوں اور کپڑوں کو نہیں سمیٹتے تھے' ابراہیم نے عن الأعمش عن شقیق عن مسروق کا یعنی مسروق کا واسطہ بیچ میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لائے، اور ہناد نے اس طرح کہا کہ شقیق عبداللہ سے روایت کرتے ہیں یعنی مسروق کا واسطہ نہیں۔

اس میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر کوئی آدمی وضوء کر کے گھر سے مسجد کی طرف ننگے پیر چلا، راستہ میں گندگی ہے جس پر وہ گزرتا ہے، تو کیا اس کے لئے مسجد میں پہنچ کر وضوء کرنا یا پیر دھونا ضروری ہے یا نہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ وضوء کرنا ضروری نہیں۔

قولہ ولا نکف: اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں سجدے میں جاتے وقت ہم اپنے سر کے بال اور کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں زمین کی مٹی اور گرد وغبار نہ لگ جائے، نہیں سمیٹتے تھے کیونکہ یہ چیز خشوع فی الصلاۃ کے خلاف ہے۔

(ب) یہاں سے مصنفؒ سند کے اختلاف کی وضاحت فرمارہے ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ مصنفؒ کے تین استاذ ہیں ۱ رہناد ۲ رابراہیم ۳ رعثمان. عثمان کی سند سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعمش اور شقیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور ایسے ہی شقیق اور عبداللہ بن مسعود کے درمیان بھی واسطہ نہیں ابراہیم کی سند میں اعمش اور شقیق کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں لیکن شقیق اور عبداللہ بن مسعود کے درمیان مسروق کا واسطہ ہے. اور ہناد کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شقیق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں لیکن اعمش اور شقیق کے درمیان واسطہ ہونے اور نہ ہونے میں ان کو تردد ہے۔

أو حدثه عنه اس صورت میں ابراہیم کی سند میں شقیق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان دو واسطے ہو جائیں گے، ایک مسروق کا اور دوسرا راوی مبہم ہے جو سند میں مذکور نہیں اور یہ دوسرا واسطہ شقیق اور مسروق کے درمیان ہوگا تقدیری عبارت یہ ہے: أوحدث شقیق عن مسروق یعنی یا تو شقیق براہ راست مسروق سے روایت کرتے ہیں یا کسی مبہم واسطہ سے۔
[السمح المحمود صفحہ ۲۸۱]

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۲۹

(۳۷)سوال: عن أبی سلمة عن أبی سعید الخدریؓ أنّ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم قال الماءُ من الماءِ و کان ابو سلمة یفعل ذلک.

(الف)الماء من الماء کا وہ مفہوم بیان کریں جس پر ابوسلمہ عامل تھے (ب) پھر مسئلہ مذکور میں ائمہ اربعہ کے اقوال مع دلائل اور اس حدیث کا جواب تحریر کریں: (ج) اس مسئلہ میں امت کے اتفاق کرنے کی جو شکل پیش آئی اس کو مختصراً تحریر کریں۔

جواب: (الف) ابوسلمہ الماء من الماء کا مفہوم یہ بیان کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے یعنی اس کو انزال نہ ہو تو ایسے شخص پر غسل واجب نہیں ہوتا؛ غسل اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اس کو انزال ہو جائے اکسال کی صورت میں نماز کی وضوء کریگا اور اپنے ذکر کو دھلیگا. حاشیہ ابوداؤد نمبر ا۔

(ب) تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حشفہ کے چھپ جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مابین اس مسئلے میں اختلاف شروع میں رہا ہے حضرت عمر کے فیصلہ کے بعد وجوب غسل پر اجماع ہو گیا تھا۔

ائمہ اربعہ کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث اذا جاوز الختانُ الختانَ فقد وجب الغسل: جمہور کی طرف سے الماء من الماء کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔

ا ر یہ منسوخ ہے۔

۲ ر یہ حدیث محمول ہے مباشرت فی غیر الفرج پر اور اس صورت میں غسل سب کے نزدیک انزال ہی پر موقوف ہے۔

۳ ر ابن عباس کی توجیہ جس کو امام ترمذیؒ نے بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث احتلام پر محمول ہے۔ یعنی جماع کی دو قسمیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ا۔جماع فی الیقظہ ۲۔جماع فی المنام جس کو احتلام کہتے ہیں اول صورت میں اذا التقی الختان الختان والی حدیث پر عمل ہوگا اور دوسری صورت میں الماء من الماء والی حدیث پر چنانچہ احتلام میں بلا انزال کے بالاتفاق غسل واجب نہیں ہوتا۔ الدر المنضو د صفحہ ۳۴۴۔

(ج) اس مسئلہ میں امت کے اتفاق کرنے کی شکل یہ پیش آئی کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں ایک مسئلہ پر گفتگوں ہو رہی تھی یہ دونوں جماعتیں آپس میں اختلاف کر رہی تھیں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا انتم اھل بدر الاخیار فکیف بمن بعد کم تم اتنے بڑے بڑے اہل بدر حضرات جب اس مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہو تو بعد والوں کا کیا حال ہوگا تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اگر آپ اس مسئلہ کی صحیح تحقیق چاہتے ہیں تو ازواج مطہرات سے معلوم کریں چنانچہ انہوں نے اولاً حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجا لیکن انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا اس کے بعد انہوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں قاصد بھیجا تو انہوں نے فرمایا اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیا اس واقعہ کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کی ہے۔ الدر المنضود صفحہ ۳۴۳۔

ابوداؤد شریف ص ۳۱

(۳۸) سوال : بابٌ فی الرجلِ یجد البلۃ فی منامہ عن عائشۃؓ قالت سئلَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجلِ یجدُ البَلَلَ ولا یذکر احتلاماً قال یَغتَسِلُ ۔

(الف) اعراب لگائیے اور ترجمہ کیجئے : حدیث مذکور میں البلل سے مراد کیا ہے

(ب) کیا مطلق بلل پر غسل کا حکم ہے یا اسمیں تفصیل ہے اگر تفصیل ہو تو تمام صورتوں کو تحریر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر کے ہر ایک کا حکم بیان کریں۔

جواب: (الف) یہ باب اس شخص کے بارےمیں ہے جو اپنے خواب میں تری پائے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارےمیں جوتری پائے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کریگا؛ یعنی ایسے شخص پر غسل واجب ہے۔

ابرہیم نخعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس حدیث میں بلل سے مطلق تری مراد ہے خواہ اس کا منی ہونا محقق ہو یا نہو۔

اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے منی کی تری مراد ہے۔

(ب) اسمیں تفصیل ہے.علامہ شامی نے اس مسئلے کی چودہ شکلیں ذکر فرمائی ہیں۔

۱ر تیقن منی ۲ر تیقن مذی ۳ر تیقن ودی یہ تینوں شکلیں تیقن کی ہوئیں اور چار عدم تیقن اور شک کی ہیں, ۱ر الشک بین الاولین (منی اور مذی) ۲ر الشک بین الاخیرین (مذی وودی) ۳ر الشک بین الاول والثالث (منی وودی) ۴ر الشک فی الثلاث یعنی تری کے بارےمیں تینوں خیال ہو,ہوسکتا ہے کہ منی ہو'ہوسکتا ہے مذی ہو'ہوسکتا ہے ودی ہو'یہ کل سات صورتیں ہوئی ان میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں.۱ر تذکر احتلام ۲ر عدم تذکر احتلام یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں۔

ان کا حکم تذکر احتلام کی سات صورتوں میں سے ایک کے علاوہ باقی سب صورتوں میں غسل واجب ہے اور وہ ایک صورت تیقن ودی کی ہے:۔

اور عدم تذکر احتلام میں تفصیل یہ ہے کہ ایک صورت یعنی تیقن منی کی صورت میں غسل بالاتفاق واجب ہے.اور تیقن مذی اور تیقن ودی اور الشک بین المذی والودی ان تینوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں:اور احتمال منی (جسکی تین صورتیں ہیں) شک بین الاولین.شک بین الاول والثالث،شک فی الثلاث.ان میں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے اور امام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ عدم تذکر احتلام کی سات صورتوں میں سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ایک صورت یعنی تیقن منی میں غسل ہے باقی چھ میں نہیں۔اور عندالطرفین تیقن منی اور احتمال منی جس کی تین صورتیں ہیں ان چاروں صورتوں میں بھی غسل واجب ہے یہ تفصیل تو مذہب احناف میں ہے۔

شافعیہ کے نزدیک صرف تین صورتیں ہیں تیقن منی، تیقن غیر منی اور احتمال منی۔پہلی دوصورتوں کا حکم ظاہر ہے یعنی منی کی صورت میں غسل واجب ہے اور غیر منی کی صورت میں واجب نہیں اور تیسری صورت میں ان کے یہاں اختیار ہے غسل اور عدم غسل میں۔

اور اسی طرح حنابلہ کے یہاں ہے لیکن وہ شک اور احتمال کی صورت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر قبل النوم خروج مذی کے اسباب میں سے کوئی سبب پایا گیا ہو تب تو غسل واجب نہیں اور اگر سبب خروج مذی نہ پایا گیا ہو تو غسل واجب ہے۔

اور مالکیہ کے یہاں احتمال منی کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر شک ہو منی اور باقی دو (مذی اور ودی) میں سے کسی ایک میں تب تو غسل واجب ہے اور اگر شک تینوں میں ایک ساتھ ہو تو اب چونکہ احتمال منی ضعیف ہو گیا اسلئے غسل واجب نہ ہوگا۔الدر المنضود صفحہ ۳۶۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چودہ صورتیں = سات احتلام یاد ہو

۱/منی کا یقین ہو اور احتلام یاد ہو۔

۲/مذی ....

۳/ودی ....

۴/منی اور مذی میں شک ہو اور احتلام یاد ہو

۵/مذی اور ودی ....

۶/منی اور ودی ....

۷/منی مذی اور ودی ....

احتلام یاد نہ ہو۔

۱/منی کا یقین ہو اور احتلام یاد نہ ہو

۲/مذی ....

۳/ودی ....

۴/منی اور مذی میں شک ہو اور احتلام یاد نہ ہو۔

۵/مذی اور ودی ....

۶/منی اور ودی ....

۷/منی مذی اور ودی ....

(یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں) انکا حکم گزر گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۳

(۳۹)سوال : عن اُمّ سَلَمَةَ قالت : ان امراۃً مِن المسلمینَ ' قال زُھیرٌ : انّھا قالت : یا رسولَ اللہ انیّ امراۃٌ اَشُدُّ ضُفرَ راسی ' اَفَاَنقُضُہ لِلجَنابۃِقال انّما یکفیکِ أن تَحفِنی علیہ ثلاثا ' وقال زُھیرٌ تَحثِی علیہ ثلاث حَثیَاتٍ من ماءٍ ' ثُمّ تُفیضِی علیٰ سائرِ جَسَدِکِ ' فاذا أنتِ قد طَھُرتِ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو رہا ہے اس کو بیان کریں (ج) اس کے بعد لکھیں کہ اگر حیض کے بعد کا غسل ہو تو اس کا کیا حکم ہے اسمیں اگر ائمہ کا اختلاف ہو تو ہر ایک کا مذہب اس کی دلیل کے ساتھ تحریر کریں (د) یہ حکم مرد اور عورت دونوں کیلئے ہے یا دونوں کے درمیان فرق ہے اگر فرق ہے تو یہ کس کا مسلک ہے اور ان کی دلیل کیا ہے تحریر کریں

جواب: (الف) حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ ایک عورت نے پوچھا' زہیر نے کہا کہ ام سلمہؓ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی چوٹی مضبوط باندھتی ہوں کیا غسل جنابت کیلئے ان کو توڑوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لینا کافی ہے' زہیر کی روایت میں ہے کے تین چلو پانی بھر کر سر پر ڈال پھر سارے بدن پر پانی بہا بس تو پاک ہوگئی۔

(ب) اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت اشد ضفر رأس یعنی اپنے سر کے بالوں کو کسکر باندھے تو اسکے لئے نقض شعر ضروری نہیں بلکہ اصول شعر تک پانی پہونچا دینا کافی ہے جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا غسل جنابت کے وقت بال مضفور کا نقض ضروری ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لپ پانی بہادینا کافی ہے:۔الدر المنضود ص ۲۷۷ ج ۱۔

(ج) حکم الغسل بعد الحیض مع اختلاف ائمہ: امام شافعیؒ امام مالکؒ اور احناف یہ فرماتے ہیں کہ اگر غسل کے وقت پانی بغیر نقض بالوں کے ظاہر و باطن کو پہنچ جائے تو نقض واجب نہیں، ورنہ نقض ضفائر واجب ہے۔

ا/ردلیل حدیث مذکور ہے ۲/أنّ ثوبان حدَّثهم أنهم استفتوا النبيَّ صلى الله عليه وسلم عن ذالك فقال . أمّا الرجلُ فلينثر رأسه' فليغسله حتى يبلغ اصولَ الشعرِ وأمّا المرأةُ فلا عليها أنْ لا تنقُضَه لِتَغرِف على رأسِها ثلاث غرفاتٍ بكفيها۔

امام احمدؒ حسن بصری اور طاؤس کا مسلک یہ ہے کہ غسل حیض ونفاس میں نقض ضروری ہے اور غسل جنابت میں نہیں بشرطیکہ پانی اصول شعر تک پہنچ جائے. دلیل: حضرت انس کی وہ حدیث ہے جو دار قطنی اور بیہقی میں ہے جسمیں غسل حیض اور جنابت میں اس فرق کی تصریح ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سند میں مسلم بن صبیح ضعیف ہے الدر المنضود ص ۳۷۶۔

(د) اس جز کا۔ جواب سوال نمبر ۴۰ میں آرہا ہے۔

(فائدہ) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی امراۃ من المسلمین ہے اور زہیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی خود ام سلمہؓ ہے جمع بین الروایتین یہ ہے کہ آمر امرأۃ من المسلمین اور سائل خود ام سلمہؓ ہیں جس روایت میں نسبت ام سلمہ کی طرف کی گئی وہ حقیقت ہے اور جس میں امرأۃ کی طرف کی گئی وہ مجاز ہے الدر المنضود ص ۳۷۷۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۴

(۴۶) سوال: أنَّ ثوبان حدَّثهم استفتوا النبيَّ صلى الله عليه وسلم عن ذالك فقال أمّا الرّجلُ فلينشُر رأسَه، فليغسِله، حتىّ يبلُغَ أُصولَ الشَّعرِ، وأمّا المرأةُ فلاعليها أن لا تَنقُضَه، لِتَغرِف علىٰ رأسِها ثلاث غرفاتٍ بِكَفَّيها.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عورت اور مرد کے غسل جنابت میں ائمہ کے درمیان فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو وہ کس مذہب پر ہے (ج) عورت کے غسل جنابت و غسل حیض میں فرق ہے یا نہیں اس کو بھی تحریر کریں۔

جواب: (الف) ثوبان نے ان سے حدیث بیان کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کو پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد تو اپنا سر کھولے اور بالوں کو دھوئے یہاں تک کہ پانی جڑوں تک پہنچ جائے اور عورت کو سر نہ کھولنے میں حرج نہیں ہے وہ اپنے سر پر تین چلو پانی دونوں ہاتھوں سے ڈال لے۔

(ب) الفرق في غسل الجنابة بين الرجل والمرأة.

حضرت امام شافعیؒ و امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت اور مرد کے غسل میں کوئی فرق نہیں ہے اگر اصول شعر تک پانی پہنچ جائے تو بال کھولنا ضروری نہیں۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے اصول شعر تک پانی پہنچ جائے تو بال کھولنا ضروری نہیں خواہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض و نفاس، لیکن مرد کیلئے بہر صورت بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔

دلیل مرد عورت کے غسل میں یہ فرق حضرت ثوبان کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جسمیں ہے أمّا الرجل الخ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اپنے سر کو کھول لے پھر غسل کرے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معلوم ہوا کہ مرد کیلئے بالوں کو کھولنا ہر حال میں ضروری ہے اور عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا وَاَمَّا المرأۃُ فلا: معلوم ہوا کہ عورت کے اصول شعر تک اگر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے کھولنا ضروری نہیں ہے اور یہ ہی ہمارا مسلک ہے۔ اختلاف الائمہ فی مسائل المہمّۃ ص ۹۲۔

(ج) الفرق بين غسل الجنابة والحيض ونفاس

ابراہیم نخعی کے نزدیک اگر بال مضفور یعنی بٹے ہوئے ہیں تو نقض ضفائر مطلقا ضروری ہے۔

امام نوویؒ نے اپنا اور جمہور کا مسلک بیان کیا ہے کہ اگر پانی بغیر نقض کے ظاہر و باطن سب میں پہنچ جائے تب تو نقض واجب نہیں ورنہ نقض ضفائر واجب ہے اور یہ ہی مسلک مالکیہ کا ہے۔

اور حنابلہ فرق کرتے ہیں کہ غسل حیض و نفاس میں نقض ضروری ہے اور غسل جنابت میں نہیں بشرطیکہ پانی اصول شعر تک پہونچ جائے۔ اور یہی مسلک حسن بصری اور طاؤس کا ہے۔

درمختار میں لکھا ہے کہ اگر بال مضفور ہوں تو صرف اصول شعر کو تر کرنا کافی ہے اور اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کو تر کرنا ضروری ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۳۵

(۴۱) سوال: عن مُعاذةَ قالت انَّ امراۃ سألت عائشةَ أتقْضِيَ الحائضُ الصَّلاۃَ فقالت: أحَرُورِيَّةٌ أنت. لقد كُنَّا نَحِيضُ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فَلانَقضِيُ وَلَا نُومَرُ بالقضاء.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے: (ب) حروریہ سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے

(ج) حائضہ روزہ کی قضاء کریگی یا نہیں اگر روزہ کی قضاء ہے تو نماز اور روزے کے درمیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرق کی وجہ بیان کیجئے۔

جواب: (الف) حضرت معاذہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا حائضہ عورت نماز کی قضاء کرے، انہوں نے جواب دیا کہ کیا تو حروریہ ہے. ہم کو رسول اللہ کے پاس حیض آتا تھا اور ہم قضاء نہیں کرتی تھیں اور نہ ہم کو نماز کی قضاء کرنے کا حکم ہوتا تھا۔

(ب) حروریہ نسبت ہے حروراء کی طرف جو کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے حضرت علیؓ کے خلاف وہاں خوارج کا اجتماع ہوا تھا اس لئے خوارج کو اس قریہ کی طرف منسوب کر کے حروری کہا جاتا ہے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس سوال کرنے والی کو اس کے سوال پر وفعتاً فرقہ خوارج کی طرف کیسے منسوب کر دیا، جو کہ یقیناً ایک بددین فرقہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو بظاہر یہ شبہ ہوا کہ سائلہ کو اس حکم شرعی کے ثبوت میں تردد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ عورت نے کہا مَا بَالُ الحَائِضُ تَقْضِی الصَّوم وَلَا تَقْضِی الصَّلوٰۃَ اس بنا پر حضرت عائشہؓ نے یہ طرز اختیار فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا بطور ظرافت اور خوش طبعی کے تھا حقیقت کلام مراد نہیں۔

اہل سنت والجماعت کے درمیان یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ زمانہ حیض کی نمازوں کی قضاء کی حاجت نہیں برخلاف صوم کے کہ اس کی قضاء واجب ہے۔ خوارج کا اسمیں اختلاف ہے وہ وجوب قضاء صلوۃ کے قائل ہیں؛ دونوں میں فرق کی وجہ مشہور ہے کہ اگر نمازوں کی قضاء واجب ہو تو فرض مکرر اور دوگنا ہو جائیگا جس میں حرج ہے. اور حرج شریعت میں مدفوع ہے اور قضاء صوم میں یہ بات لازم نہیں آتی ہے (الدالمنضود) ص ۳۸۳۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۵

(۴۴) سوال: عن خَصیفٍ عن مِقْسَمٍ عن ابن عباسٍ عن النبیّ صلی الله علیه وسلم قال اذا وَقَعَ الرَّجُلُ بأهلِه وهی حائضٌ فلیتصدَّقْ بنصفِ دینارٍ: قال ابو داؤد وکذا قال علیُّ بنُ بذیمةَ عَن مِقْسَمٍ عن النبیّ صلی الله علیه وسلم مرسلاً وروی الاوزاعیُّ عن یزیدَ بنِ مالکٍ عن عبدالحمید بنِ عبدالرحمٰن عن النبیّ صلی الله علیه وسلم قال أمَرَه' أنْ یَتَصَدَّقَ بِخُمس دینار.

(الف) حدیث باعراب لکھکر ترجمہ کریں (ب) اور یہ بتائے کہ حالت حیض میں جماع کرنے کے بعد اس کی تلافی اور کفارہ کیا ہے اس بارے میں ائمہ کرام کے مابین اختلاف کو بیان کریں: (ج) قال ابوداؤد کا مقصد واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی حیض میں اپنی عورت سے صحبت کرے تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ایسے ہی علی بن بذیمہ نے بواسطہ مقسم حضور ﷺ سے مرسلاً نقل کیا ہے: اور اوزاعی نے بطریق یزید بن ابی مالک عن عبدالحمید حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو (سائل کو) دو خمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

(ب) حکم الجماع فی حالة الحیض ومذاهب الأئمة.

وطی فی حالة الحیض بالأجماع حرام ہے نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہے، البتہ اسمیں اختلاف ہو رہا ہے کہ اس کے مستحل کی تکفیر کی جائیگی یا نہیں، قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے اور بہت سے علماء کی رائے بھی یہی ہے، لیکن درمختار میں لکھا ہے کہ محققین کے نزدیک اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی کیونکہ وطی فی حالة الحیض قبیح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لعینہ نہیں بلکہ لغیرہ ہے۔ اب اگر وطی فی حالۃ الحیض ہو جائے تو اس کا جو کفارہ حدیث میں مذکور ہے وہ جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بطریق استحباب ہے اور ایسے شخص پر اصل واجب توبہ واستغفار ہے۔

البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ اسمیں کفارہ واجب ہے اور یہی مذہب ہے حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، اور سعید بن جبیر کا پھر جو لوگ وجوب تکفیر کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے کہ کفارہ میں کیا واجب ہے، حسن بصری اور سعید بن جبیر کے نزدیک عتق رقبہ ہے اور باقی کے نزدیک دینار یا نصف دینار۔ نیز یہ بھی کہ حدیث میں جو لفظ او وارد ہے کہ دینار یا نصف دینار دے یہ امام احمدؒ کے نزدیک تخییر کے لئے ہے (كما في الروض المربع)

اور امام شافعیؒ کے نزدیک تنویع کے لئے ہے کما قال ابن ارسلان یعنی اگر ابتداء زمان حیض میں وطی کی تب تو ایک دینار کا تصدق کیا جائے اور اگر اخیر زمان میں وطی کی تو نصف دینار، اسی طرح ترمذی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر دم احمر ہے تو ایک دینار اور اگر اصفر ہے تو نصف دینار، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ حیض ابتداء مدت میں احمر اور اخیر مدت میں اصفر ہو جاتا ہے اور بظاہر اول وآخر میں فرق اسلئے ہے کہ پہلی صورت میں جرم شدید ہے اور دوسری صورت میں صحبت کو کسی قدر فصل ہو جانے کی وجہ سے، فی الجملہ اس کو معذور سمجھا جائیگا اسی لئے کفارہ میں تخفیف کردی گئی۔ (الدر المنضود ص از ۳۸۳ تا ۳۸۴ ج ۱۔

(ج) توضیح قال ابوداؤد۔ قال ابو داؤد و کذاقال علیؓ ابن بذیمه الخ اس قال سے یہ بتلانا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے چنانچہ مقسم کے تلامذہ میں سے تین تلامذہ نے (عبدالحمید، ابوالحسن، عبدالکریم) نے دینار اونصف دینار ذکر کیا ہے اور باقی دو تلامذہ (خصيف وعلي بن بذيمه) نے مطلقا نصف دینار ذکر کیا ہے۔

وروی الاوزاعی الخ اس قال سے اختلاف سند ومتن کی وضاحت مقصود ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بروایت اوزاعی عن یزید بن ابی مالک عن عبدالحمید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. یہ حدیث معضل ہے کہ عبدالحمید بن عبدالرحمان کے بعد مقسم وعمرؓ کے دو واسطے ساقط ہیں، نیز اسمیں دینار اونصف دینار کے بجائے خمس دینار کا ذکر ہے فلہٰذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔

ابوداؤد شریف ص ۳۶

(۴۳)سوال: عن عائشة قالت كان رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يأمُرُنا في فوحِ حيضِنَاأنْ نتّزرَ ثُمّ يُبَاشِرُنا ' وأيُّكم يَملِكُ أَربَه' كما كانَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يملكُ أَربَه.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے .(ب) حائضہ سے استمتاع میں ائمہ کا اختلاف ہوتو اس کو مدلل تحریر فرما کر راجح کو ترجیح دیجئے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہم کو حکم کرتے تھے حیض کے شروع میں جب شدت ہوتی تھی' تہبند باندھنے کا' پھر ہم سے مباشرت کرتے تھے' اورتم میں سے کون اپنی شہوت کا مالک ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش پر اختیار رکھتے تھے۔

(فوح) باب (ن) سے ہے یعنی شدت اور تیزی رخون کا شدت سے بہنا۔

(ب) حکم الاستمتاع بالحائضہ ۔ حائضہ سے استمتاع کی تین صورتیں ہیں۔

۱/الاستمتاع بالجماع ۲/الاستمتاع بمافوق الازار ۳/الاستمتاع بما تحت الازار من غير جماع.

حکم الاستمتاع بالجماع ۔ حائضہ عورت سے جماع کرکے فائدہ اٹھانا تو یہ بالکل حرام ہے اوراس کی صراحت قرآن کریم میں موجود ہے اسی لئے حالت حیض میں جماع کو حلال سمجھنے والے پر بعض علماء نے کفر کا فتوی لگایا ہے اگر چہ عدم تکفیر کا پہلو ہی راجح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے۔

حکم الاستمتاع بمافوق الازار۔حائضہ عورت کی شلوار کے اوپر سے استمتاع کرنا اور اس سے لطف اندوز ہونا اس کے ساتھ بوس کنار کرنا باتفاق امت جائز ہے اور اس کے جواز پر کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

حکم الاستمتاع بما تحت الازار من غیر جماع۔حائضہ عورت کی شلوار کے نیچے سے فائدہ اٹھانا یعنی حائضہ کے سرہ اور رکبہ کے درمیان سے فائدہ اٹھانا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں اور باقی جسم سے استمتاع جائز ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

اور امام محمد اور حضرت امام احمد ابن حنبل کے نزدیک قبل اور دبر کے علاوہ مباشرت بین السرہ والرکبہ جائز ہے (التوضیح المجد ص ۳۹۳)۔

امام نووی نے قسم ثالث جو مختلف فیہ ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ قول اصح واشہر جمہور شافعیہ کے یہاں تو یہی ہے کہ یہ حرام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حرام نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مباشر کو اپنے نفس پر اعتماد ہے تب تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

امام نووی نے قول جواز ہی کو قول مختار اور من حیث الدلیل اقویٰ لکھا ہے اسی طرح ہمارے علماء میں سے علامہ عینی نے بھی اس کو اقویٰ لکھا ہے۔

الدلائل:۔دلیل المجوزین۔مجوزین یعنی امام احمد وامام محمد کی دلیل حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع اصنعوا کل شیء الا النکاح ہے جو صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے۔

دلیل المانعین:۔مانعین کی دلیل احادیث الباب ہیں چنانچہ حدیث اول جو حضرت میمونہؓ سے مروی ہے اس میں ہے کان یباشر المرأة من نسائه وهی حائض اذا کان علیها ازار۔اور حدیث ثانی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں ہے یامر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احدانا اذا كانت حائضا ان تتزر ثم يضاجعها اور مجوزین ان اتزار کی روایات کو استحباب اور تورع پر محمول کرتے ہیں۔

ترجیح الراجح : حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے لیکن حضرت شیخ خلیل احمد سہارنپوری حاشیہ اوجز میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کے علاوہ ابن رسلان صاحب تعلیق المجد نے بھی امام طحاوی سے اسی قول کی ترجیح نقل کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں امام طحاوی نے معانی الآثار میں اپنے شروع کلام میں اسی کو ترجیح دی تھی مگر پھر آگے چل کر اس سے رجوع کرتے ہوئے امام صاحب ہی کے قول کو ترجیح دی ہے ان حضرات کو طحاوی کے شروع کلام سے وہم ہوا اور انہوں نے آخر کلام کو نہیں دیکھا۔ (الدر المنضو د صفحہ ۳۸۵ تا ۳۸۶)

ابوداؤد شریف ص ۳۷

(۴۴) سوال : حدثنا قتيبةُ بنُ سعيدٍ نا اللّيثُ عن يزيدَ بنِ ابى حبيبٍ عن جعفرَ عن عِراكٍ عن عُروةَ عن عائشةَ أنها قالت: انَّ أمَّ حبيبةَ سألتِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم عن الدَّمِ فقالت عائشةُ: فرأيتُ مِركَنَها مَلآنَ دماً فقال لها رسولُ الله صلى الله عليه وسلم أمكُثِي قدرَ مَا كانت تَحبِسُكِ حَيضتُكِ ثُمَّ اغتَسِلِي قال ابوداؤد : رواه قتيبةُ بينَ اضعافِ حديثِ جعفرَ ابنِ ربيعةَ فى آخِرِ هَارواهُ عليُّ بنُ عيَّاشٍ ويونسُ بنُ محمدٍ عنِ اللَّيثِ فقالا : جعفرُ ابنُ ربيعة.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مستحاضہ کی اقسام احناف کے یہاں کتنی ہیں اور دیگر ائمہ کے یہاں کتنی ہیں حضورؐ نے ام حبیبہ کو کس قسم میں شمار فرما کر جواب دیا ہے۔

(ج) قال ابوداؤد کی وضاحت کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: (الف) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں سوال کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے پانی کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ (یعنی اس کثرت سے خون آتا ہے کہ کبھی بند نہیں ہوتا) حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جتنے دنوں تک تجھے حیض نماز سے روکتا تھا اتنے دنوں رکی رہ پھر غسل کر ڈال ابوداؤد نے کہا کہ قتیبہ نے اس روایت کو جعفر بن ربیعہ کی حدیث کے سلسلے اور اثناء میں ذکر کیا اخیر میں کو اور اس روایت کو علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے لیث سے نقل کیا تو جعفر بن ربیعہ نے کہا:

مرکنھا وہ ٹپ جس میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ (ج) مراکن ملان عطشان کے وزن پر ہے بمعنی بھرا ہوا۔

(ج) ملاء اقسام المستحاضة: حنفیہ کے یہاں تین قسمیں ہیں۔ ۱ر مبتداۃ ۲ر معتادہ ۳ر متحیرہ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں چار قسمیں ہیں۔ ۱ر مبتداۃ ۲ر معتادہ ۳ر متحیرہ ۴ر ممیّزہ مکمل وضاحت کے لئے السمع المحمود صفحہ ۹۰۔ ج ۱ر۔

ام حبیبہ: کو کس قسم میں شمار فرمایا تو سفیان ثوری اور صاحب الدر المنضود کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ معتادہ شمار کیا اور اوزاعی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان کو متمیز بالوان میں شمار کیا ہے۔

(ج) توضیح قال ابوداؤد: اس قال ابوداؤد کی تشریح میں دو قول ہے۔

۱ر قول اول: یہ کے بین باتشدید ماضی من التبیین ہے اور اضعاف باب افعال کا مصدر ہے یعنی قتیبہ نے حدیث جعفر بن ربیعہ کا ضعف بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح درست نہیں کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے و نیز اگر ضعف بیان کرنا مقصود ہوتا تو ضعفه وغیرہ سے تعبیر کرتے۔

۲ر قول ثانی یہ ہے کہ بین ظرف ہے اور اضعاف ضعف کی جمع ہے ای اثناء الشي تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے استاذ قتیبہ نے اگرچہ جعفر کی نسبت نہیں بتائی لیکن ان کی مراد جعفر بن ربیعہ ہیں اور اس پر دو قرائن ہیں۔

ا/ پہلا قرینہ یہ ہے کہ قتیبہ کے یہ حدیث جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے ضمن وسط واثناء میں یعنی ان کے آخر میں روایت کی ہے اس طرح کہ اس حدیث کے اوپر بھی اور اس کے نیچے بھی دونوں طرف جعفر بن ربیعہ کی احادیث ذکر کی ہیں معلوم ہوا کہ یہ درمیان جعفر غیر منسوب والی روایت بھی جعفر بن ربیعہ ہی کی ہے۔

۲/ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ قتیبہ کے اہم استاذ یعنی علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے بھی لیث سے نقل کر کے اپنی سندوں میں جعفر بن ربیعہ کی تصریح کی ہے۔

سوال: ''بین اضعاف '' سے معلوم ہوتا ہے کہ قتیبہ نے یہ حدیث جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے وسط میں بیان کی ہے اور فی آخرہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی احادیث کے آخر میں ذکر کی ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب: بین سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ محض وسط و ضمن ودوران واثناء مراد ہے اور محض وسط میں گنجائش ہے کہ وہ طرفین کے علاوہ تمام درمیانی اجزاء کو شامل ہے۔ زبدۃ المقصود صفحہ ٧٦۔

قال ابوداؤد: مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ اوپر سند میں جو جعفر مذکور ہیں وہ جعفر بن ربیعہ ہے اگرچہ قتیبہ نے سند میں ان کے والد کا نام ذکر نہیں کیا قرینہ اس کا یہ ہے کہ میرے استاذ قتیبہ نے اس حدیث کو جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے اثناء میں ذکر کیا ہے معلوم یہ ہوا کہ جعفر سے مراد جعفر بن ربیعہ ہے اسی کی تائید مصنفؒ کا قول ورواہ علی بن عیاش الخ کر رہا ہے۔ کہ علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے بھی ان کو نسب کے ساتھ جعفر بن ربیعہ ہی ذکر کیا ہے۔ السمح المحمود صفحہ ۲/۱۰۵۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۸

(۴۵)سوال :عن عمرو بنِ الحارثِ عن ابن شهابٍ عن عروة ابن زبير وعمرة عن عائشة قالت :انَّ أُمَّ حبيبةَ بنت جحشٍ ختنة رسولِ الله صلى الله عليه وسلم و تحت عبدِالرحمٰن بنِ عوفٍ استُحِيضت سبع سنين فاستَفتَت رسولَ الله صلى لله عليه وسلم فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم . ان هٰذه لَيسَت بالحَيضةِ ولكن هٰذا عرقٌ فاغتَسِلي وَصَلّي: قال ابوداوٗد : وزادالأوزاعيُّ في هٰذالحديثِ عن الزهريِّ عن عُروةَوعَمرةَ عن عائشةَ قالت . استُحِيضَت أُمُّ حبيبةَبنتُ جَحشٍ وهي تحت عبدالرحمٰن ابن عوفٍ سبعَ سنين . فأمرَها النبيُّ صلى الله عليه وسلم قال اذا أقبلَت الحيضةُ فَدَعِي الصَّلاةَ' فاذا أدبَرَت فاغتَسِلي وَصَلّي' قال ابوداؤد لَم يَذكر هٰذ الكلام احدٌ من اصحابِ الزهريِّ غيرَ الاوزاعيِّ . ورواه عن الزهريِّ عمروبنُ الحارث والّليثُ' ويونس' وابن أبي ذئبٍ وابراهيمَ بنُ سعيدٍ وسليمانُ بنُ كثيرٍ' وابنُ اسحاق' وسفيانُ بن عُيَينَةَ ولم يَذكُروا هناالكلامَ .'قال ابوداؤد :وانّما هٰذاالفظُ حديثِ هشامِ بن عروةَ عن أبيه عن عائشةَ: قال ابوداؤد:وزادابنُ عُيينةَ فيه ايضاً: أمرَها ان تَدَعَ الصَّلاةَ أيامَ أقرائِها وهو وَهَمٌ مِن ابنِ عيينةَ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔(ب)مستحاضہ کے اقسام بیان کرنے کے بعد جمہور اصحاب الزہری کے بیان اور اوزاعی کے بیان اسی طرح سفیان ابن عیینہ کے بیان میں کیا فرق ہے اس کو واضح طور پر تحریر کریں۔

(ج)وھذا لفظ حدیث ھشام الخ کی وضاحت کرکے بتائے کہ یہ لفظ کس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عورت کے سلسلہ میں ہے۔

(الف) عبارت کو حل کریں اور مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ (ب) حدیث ہشام بن عروہ کا تعلق ام حبیبہ سے ہے یا کسی اور عورت سے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور کی سالی اور عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی بیوی ام حبیبہ کو سات سال خون آیا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ رگ کا خون ہے لہٰذا غسل کر کے نماز پڑھ لو۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث میں اوزاعی نے بواسطہ زہری عروہ عمرہ عائشہ کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ ام حبیبہ بنت جحش کو سات سال خون آتا رہا تو انہیں حضور اکرمؐ نے حکم دیا کہ جب حیض کے ایام شروع ہوں تو نماز چھوڑ دو اور جب وہ ایام ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ لو۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اوزاعی کے علاوہ یہ بات زہری کے کسی شاگرد نے بیان نہیں کی اس روایت کو زہری سے عمرو بن الحارث لیث یونس، ابن ابی ذئب، معمر، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن کثیر، ابن اسحاق اور سفیان ابن عیینہ نے نقل کیا ہے ان حضرات میں سے کسی نے بھی اس کلام کو ذکر نہیں کیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ الفاظ تو صرف ہشام بن عروہ عن عروہ عن عائشہ کی حدیث میں ہیں، ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن عیینہ نے اس حدیث میں یہ زیادتی بھی بیان کی ہے کہ آپؐ نے بھی انہیں ایام حیض میں نماز چھوڑ دینے کا حکم دیا حالانکہ یہ زیادتی ابن عیینہ کا وہم ہے۔

(ب) مستحاضہ کی انواع حنفیہ کے یہاں تو تین ہیں۔ ا/ المبتدءہ ۲/ المعتادہ ۳/ المتحیرہ لیکن مجموع مذاہب ائمہ کی حیثیت سے کل انواع پانچ ہیں الدر المنضود صفحہ ۳۹۰۔

ا/ مبتدءہ وہ عورت جسے زندگی میں پہلی مرتبہ حیض آنا شروع ہوا ہو پھر استمرار دم ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۲/ معتادہ وہ عورت جسے کچھ عرصہ تک انضباط کے ساتھ حیض آیا پھر استمرار دم ہوگیا۔
۳/ متحیرہ وہ عورت جو معتادہ تھی پھر استمرار دم ہوا لیکن وہ اپنی عادت سابقہ بھول گئی پھر اس متحیرہ کی تین قسمیں ہیں۔
۱/ متحیرہ بالعدد یعنی وہ عورت جسے ایام حیض کی تعداد یاد نہ رہی ہو کہ وہ پانچ دن ہے یا سات دن یا اور کچھ۔
۲/ متحیرہ بالوقت جسے وقت حیض یاد نہ رہا ہو کہ اول شہر میں آتا تھا یا وسط شہر یا آخر شہر۔
۳/ متحیرہ بہما وہ عورت جو بیک وقت متحیرہ بالعدد اور متحیرہ بالوقت دونوں ہوں۔
کل قسمیں پانچ ہوئیں ۱/ مبتدءۃ ۲/ معتادہ ۳/ متحیرہ بالعدد ۴/ متحیرہ بالوقت ۵/ متحیرہ بہما السعی المحمود صفحہ ۲/۹۵۔
زہری اور اوزاعی اور سفیان ابن عیینہ کے بیان میں فرق یہ ہے کہ زہری سے ام حبیبہ کے بارے میں جو روایت ہے اس میں نہ ذکر ایام عادت ہے اور نہ اقبال و ادبار اور امام اوزاعی نے اقبال اور ادبار کو ذکر کردیا اس روایت میں اور ابن عیینہ نے اس روایت میں ایام عادت کو ذکر کردیا لہٰذا اس میں یہ فرق ہوا کہ کسی نے اقبال و ادبار کو ذکر کیا اور کسی نے نہیں اور کسی نے عادت کو ذکر کیا اور کسی نے نہیں۔ لہٰذا زہری کی روایت جو ام حبیبہ کے سلسلہ میں ہے اسمیں دو غلطیاں ہوئی ایک ابن عیینہ کی طرف سے کہ انہوں نے اس روایت میں ایام عادت کو ذکر کردیا اور ایک دوسری غلطی اوزاعی سے کہ انہوں نے اس روایت میں اقبال اور ادبار کو ذکر کردیا ابن عیینہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق ام حبیبہ معتادہ ہوئی۔
(ج) مطلب یہ ہے کہ اذا اقبلت الحیضۃ الخ کے الفاظ زہری کی اس حدیث میں صحیح نہیں ہیں جو ام حبیبہ کے سلسلہ میں ہے۔
البتہ یہ زیادتی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ کی حدیث (جو فاطمہ بنت ابی حبیش کے بارے میں ہے) میں صحیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی یہ ام حبیبہ کے سلسلہ میں نہیں ہے بلکہ یہ فاطمہ بنت ابی حبیش کے سلسلہ میں ہے۔
السیح المحمود صفحہ ۲/۱۱۵۔

(الف) اسی سوال میں گزر گیا (ب) اسی سوال میں گزر گیا

(۴۶) سوال : عن ام سلمةؓ قالت كانتِ النُفَساءُ علىٰ عهد رسولِ الله صلى الله عليه وسلم تَقعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوماً وأربعينَ لَيلَةً وَكُنَّا نَطلِي عَلىٰ وُجُوهِنَا الوَرَسَ تَعْنِي مِنَ الْكَلَف.

(الف) حدیث پاک بااعراب لگا کر ترجمہ کیجئے مطلب بیان کیجئے

(ب) نفاس کی اقل مدت اور اکثر مدت میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے

جواب: (الف) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں زچگی کے بعد چالیس راتیں بیٹھتی تھیں اور ہم اپنے چہرہ پر ورس (ایک خوشبودار گھاس) کو ملا کرتے تھیں: چھائیں کو دور کرنے کیلئے۔

مطلب اس حدیث شریف کے اندر نفاس کی مدت کا بیان ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں نبی کریمؐ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں یعنی نماز وغیرہ سے رکی رہتی تھیں اور چہرے کی جھریوں کو صاف کرنے کے لئے ورس نامی گھاس کا لیپ کرتی تھیں۔

(ب) نفاس کی اقل مدت بالاجماع متعین نہیں خون ایک ہی بار آ کر رک جائے یہ بھی ممکن ہے اور بالکل نہ آئے ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اکثر مدت نفاس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ اکثر مدت نفاس چالیس دن ہے یہی اکثر اہل علم کا مسلک ہے نیز امام مالک کی بھی ایک روایت یہ ہی ہے۔

امام شافعیؒ اصح قول کے مطابق اکثر مدت ساٹھ دن ہے امام شعبی اور عطاء سے بھی یہ ہی مروی ہے اور ایک روایت امام مالک کی بھی یہ ہی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام مالکؒ کی تیسری روایت اکثر مدت نفاس بھی متعین نہیں جب تک عورت کو خون آتا رہے تو وہ نفاس والی ہی شمار ہوگی۔

شراح حضرات نے امام شافعی وغیرہ حضرات کے مسلک کے دلائل کی طرف نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ شرح ترمذی میں تو لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی بھی صریح حدیث مرفوع نہیں ہے فقہاء کرام نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں مدتیں مقرر کی ہیں۔

البتہ احناف اور حنابلہ کے مسلک پر کئی ایک روایت دلالت کرتی ہیں مثلاً

حضرت ام سلمہ کی حدیث باب ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نماز روزے سے الگ بیٹھی رہتی تھیں۔

طبرانی کی معجم اوسط میں حضرت جابر کی روایت ہے وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم للنفساء اربعين يوماً (السمح المحمود صفحه ۲/۱۵۴).

ابوداؤدشریف ص ۴۵

(۴۷) سوال: عن عائشةَ قالت بعث رسولُ الله صلى الله عليه وسلم أُسيدَ بنَ حُضَيرٍ وأُناساً مَعَه، في طَلَبِ قلادةٍ أضلَّتها عائشة فَحضرَتِ الصَّلاةُ فَصلُّوا بغيرِ وُضوءٍ فأتوا النبيَّ صلى الله عليه وسلم فذكروا ذالك لَه فَأُنزِلَتْ آيةُ التيمم: زاد ابنُ نُفيلٍ فقال لها أُسيد بنُ حُضَيرٍ. يَرْحَمُكِ اللهُ مَا نَزَلَ بكِ أَمْرٌ تكرَهِينَه، الَّا جعله الله للمسلمين ولكِ فيه فرجاً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھئے (ب) فاقد الطہورین کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھئے۔ (ج) آیت تیمم سے کس سورۃ کی آیت مراد ہے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسید بن حضیرؓ اوران کے ساتھ دوسرے کئی لوگوں کو وہ ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا جو حضرت عائشہؓ نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گم کر دیا تھا، نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی، پھر حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے بیان کیا تو آیت تیمّم نازل ہوئی۔

ابن نفیل نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اسید بن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تمہارے ساتھ کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی جس کو تم ناگوار کر دیتی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کے لئے اور تمہارے لئے بھلائی اور آسانی عطاء فرمادی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں کسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی مقام ذات الجیش یا مقام بیداء میں گلے کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا جس کی تلاش کی وجہ سے وہاں قیام کرنا پڑ گیا رات میں ہار کی تلاش دشوار تھی اس لئے صبح کا انتظار کیا گیا لیکن یہ مقام ایسا تھا کہ یہاں پانی نہیں تھا، صبح ہوئی تو لوگوں کو پریشانی ہوئی کہ پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا، اس پریشانی میں لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عائشہ کی وجہ سے کیا ہوا، ایسی جگہ رکنا پڑ گیا جہاں پانی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہؓ کو ملامت کرنی شروع کر دی لہٰذا جب آپ ﷺ صبح کو بیدار ہوئے تو وہاں پر پانی نہیں تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی چنانچہ صحابہ کرام نے تیمّم کر کے نماز اداء فرمائی۔

حضرت اسید بن نفیل جن کو ہار تلاش کرنے کے لئے مامور کیا گیا تھا فرماتے ہیں کہ اللہ تم پر رحم کرے تمہارے ساتھ کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی جس کو تم ناگوار کر دیتی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کے لئے بھلائی اور آسانی پیدا فرمادی یعنی ایک مرتبہ کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے مستقل دستور نازل فرمادیا کہ ایسی صورت میں کسی طرح کی کوئی پریشانی ہی نہ ہوا (فتح الملہم / المسح المحمود صفحہ ۲/۱۶۵)۔

(ب) اس سلسلہ میں چاروں ائمہ کا الگ الگ مسلک ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسا شخص نہ نماز پڑھیگا اور نہ ہی قضاء کریگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل: ایسا شخص نماز کا اہل ہی نہیں ہے اس لئے کہ نماز کی اہلیت طہارت کے ساتھ آتی ہے اور طہارت ہے نہیں لہٰذا اس سے اداء ساقط ہو جائیگی اور چونکہ اس جانب سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے اس لئے قضاء بھی ساقط ہو جائیگی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص فی الحال تو بغیر طہارت ہی کے نماز پڑھیگا پھر بعد میں جب طہارت حاصل ہو جائیگی تو اس کی قضاء کریگا۔

دلیل: حدیث نبوی ہے اذا امرتکم بشیئ فخذوا منہا ما استطعتم اور یہاں اس شخص میں بغیر طہارت ہی بجالانے کی استطاعت ہے اس لئے فی الحال بغیر طہارت ہی کے نماز پڑھیگا اور بعد میں اصول کے مطابق طہارت کے ساتھ اس کی قضاء کریگا۔

امام احمد ایسا شخص بغیر طہارت ہی نماز پڑھیگا اور قضاء نہیں کریگا۔

دلیل: یہ ہے کہ وہ اس وقت اتنے پر ہی قادر ہے اس سے زائد پر قادر نہیں ہے اس لئے اسی حال میں اس کی نماز معتبر ہو جائے گی اور جب نماز معتبر ہوگئی تو بعد میں اس کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص نماز ادا نہیں کریگا بلکہ صرف قضاء کریگا۔

دلیل: حدیث نبوی ہے لا تقبل صلوۃ بغیر طھور اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص نماز ادا نہیں کریگا ہاں جب طہارت حاصل ہو جائیگی تو اس پر قضاء واجب ہوگی۔

صاحبین کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ اس وقت نماز کا اہل نہیں ہے مگر تشبیہ بالمصلین کے طور پر نماز جیسی ہیئت اختیار کریگا اور اس میں قرأت وغیرہ کچھ نہیں کریگا بعد میں حصول طہارت پر قضاء کریگا یہی قول ازروئے فقہ زیادہ راجح ہے اور امام اعظم کا بھی اسی قول کی طرف رجوع ثابت ہے اور عندالاحناف یہی قول مفتی بہ ہے۔ اختلاف الائمہ صفحہ ۹۶۔

فاقد الطہورین کے بارے میں طحاوی کے حاشیہ میں ایک شعر ہے جس کے اندر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پورا اختلاف ہے! اور اس شعر کو حضرت الاستاذ حضرت مولانا مجیب اللہ نے درس میں بنایا تھا۔

شعر

مالک بھی شافعی بھی احمد بھی اور ہم

لا لا نعم نعم لا لا نعم

(ج) آیت تیمّم سے سورہ مائدہ کی آیت مراد ہے آیت یہ ہے وان کنتم مرضی او علی سفر او جاءَ احدٌ منکم من الغائط او لا مستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمَّموا صعیداً طیبا ۔

ابوداؤد شریف ص ۴۷

(۴۸) سوال: عن عمارِبنِ یاسرٍ قال :سألتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عنِ التیمُّمِ ،فأمَرَني بِضربَةٍ واحِدَةٍ لِلْوَجْهِ والکَفَّین.

(الف) ضربات تیمّم میں مذاہب ائمہ تحریر کرنے کے بعد حنفیہ کے مسلک کو دلائل سے ترجیح دیجئے۔ (ب) تیمّم میں مسح مرفقین تک ضروری ہے یا کفین اور رسغین پر کافی ہے جس شق کو اختیار فرمائیں مدلل کیجئے۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم سے تیمّم کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے مجھے چہرے اور کفین کے لئے ضرب واحد کا حکم دیا۔

جواب: (الف) ار تیمّم میں صرف ایک ضرب ہوگی۔ یہ حنابلہ کے نزدیک ہے دلیل حدیث مذکور ہے۔

الجواب: چونکہ حضرت عمارؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جنابت کا تیمّم بھی وہی ہے جو حدث اصغر کا ہے اس لئے انہوں نے حالت جنابت میں تیمّم کے قصد سے پورے بدن کو مٹی سے لگایا اس کی اطلاع حضورؐ کو ہوئی تو آپؐ نے ان کو پورا تیمّم کر کے تو نہیں دکھایا البتہ عملی طور پر تھوڑا سا تیمّم کی طرف اشارہ کر کے دکھا دیا یہی ارشاد حضرت عمارؓ کی روایت میں مذکور ہے اب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اگر اس اشارے کے طور پر کئے ہوئے تیمّم (یعنی ایک ضرب اور رسغین تک مسح) کو ہی پورا تیمّم سمجھنے لگے تو یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

۲/ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ تیمّم کے لئے دو ضربیں ہوں گی ایک چہرے کے لئے دوسری ہاتھوں کے لئے۔

دلیل: عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين ۔یہ احادیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تیمّم میں دو ضربیں ہیں اور یدین کا مسح مرفقین تک ہے نہ رسغین تک

(ب)مقدار مسح اليد في التيمم: امام احمد فرماتے ہیں کہ تیمّم میں ہاتھوں کا مسح رسغین (یعنی گٹوں) تک ہوگا دلیل حدیث باب ہے کہ اس حدیث میں ہاتھوں کے لئے کفین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا اطلاق رسغین تک ہوگا لہٰذا اس حدیث سے رسغین تک مسح ثابت ہوتا ہے۔

۲/ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں یدین کا مسح مرفقین تک ہوگا دلیل وہی حضرت جابر اور عبداللہ بن عمرؓ کی احادیث ہیں جو اوپر ذکر کی گئی (اختلاف الائمہ فی المسائل المہمہ صفحہ ۹۵)

بقیہ تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے التوضیح المجد صفحہ ۳۲۸ تا ۳۴۳۔السح المحمود ص ۲/۱۷۰

ابوداؤد شریف ص ۴۸

(۴۹)سوال: عن أبي ذرٍّ قال . اجتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يا أبا ذرٍّ ابْدُ فيها فَبَدَوْتُ الى الرَّبَذَةِ فكانَتْ تُصِيبُنِي

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الجنابة ' فأمكث الخمس والست فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ' فقال أبوذر : فسكت ' فقال . ثكلتك أباذر لأمك الويل . ' فدعالي بجارية سوداء فجاءت بعس فيه ماء فسترتني بثوب ' واستترت با لراحلة واغتسلت ' فكأني ألقيت عني جبلاً فقال: الصعيد الطيب وضوء المسلم و لو الى عشر سنين ' فاذا وجدت الماء فأمسه ' جلدك فان ذالك خير ' وقال مسدد غنيمة من الصدقة وحديث عمرو أتم.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) صعید طیب سے کیا مراد ہے فقہاء کا اس باب میں کیا اختلاف ہے سوچ سمجھ کر تحریر کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس کچھ بکریاں جمع ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر جنگل میں ان کو لے جاؤ، میں مقام ربذہ کی طرف جنگل میں چلا گیا، وہاں مجھے غسل کی حاجت ہوا کرتی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روز یوں ہی رہا کرتا (یعنی غسل نہ کرتا تھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے) جب میں حضورؐ کے پاس آیا (اور آپؐ سے واقعہ بیان کیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر میں چپ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہو تم کو تمہاری ماں روئے اور تمہاری خرابی ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک کالی باندی کو بلایا جو پیالے میں پانی لیکر آئی، اس نے ایک کپڑے کی آڑ کی اور دوسری طرف سے میں نے اونٹ کی آڑ کی اور میں نہایا گویا پہاڑ میرے اوپر سے اتر گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے اگر چہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب پانی ملے تو اس کو اپنے بدن پر لگالے، یہ بہتر ہے مسدد کی روایت میں ہے کہ وہ بکریاں صدقے کی تھیں اور عمرو کی حدیث مکمل ہے۔

(ب) صعید طیب سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل، ابن المنذر اور داؤد ظاہری کے نزدیک صعید

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طیب سے مراد تراب منبت ہے یعنی ایسی مٹی جس کے اندر اگانے کی صلاحیت ہو لہٰذا ان حضرات کے یہاں صرف اگانے والی مٹی سے ہی تیمّم جائز ہوگا اور جس مٹی میں اگانے کی صلاحیت نہ ہو اس سے تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا۔

نیز کتب شافعیہ اور حنابلہ میں یہ تصریح ہے کہ ان کے نزدیک تراب ذی غبار ہونی چاہئے۔

حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک تیمّم صرف مٹی ہی سے جائز ہے مٹی کے ہم جنس سے ان کے نزدیک تیمّم جائز ہی نہیں۔

لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری حضرت عطاء اور امام اوزاعی کے نزدیک صعید طیب سے مراد جنس الارض اور وجہ الارض مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے یہاں جنس الارض سے تیمّم کرنا جائز ہے۔

اور حضرات فقہاء کرام نے جنس الارض کی تعریف یہ کی ہے کہ جو پگھلانے سے نہ پگھلے اور جلانے سے جل کر راکھ نہ ہو جائے جیسے چونا، پتھر وغیرہ۔

اور بعض مالکیہ کے نزدیک اس میں مزید عموم ہے وہ یہ ہے کہ ما اتصل بالارض سے بھی جائز ہے جیسے نبات بشرطیکہ مقلوع نہ ہو نیز وقت میں تنگی ہو اور دوسری کوئی چیز سامنے نہ ہو (ذکرہ صاحب المنہل) الدر المنضود صفحہ ۴۲۳۔ التوضیح المجید صفحہ ۳۲۹۔

ابوداؤد شریف ص ۴۱

(۵۰) سوال: عن أبی سعید الخدری أنَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال غُسلُ یومِ الجُمُعَةِ واجبٌ علیٰ کُلِّ مُحتَلِمٍ.

(الف) حدیث کا ترجمہ کیجئے (ب) اور بتلائیں کہ غسل جمعہ میں علماء کا کیا اختلاف ہے آیا واجب ہے یا مسنون پھر جمعہ کے لئے مسنون ہے یا صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہر ایک کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مفصل تحریر کریں نیز اس صریح اور صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور علماء کیوں عدم وجوب کے قائل ہیں دلائل سے راجح مسلک کو ترجیح دیجئے۔

جواب (الف) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

(ب) اختلاف العلماء فی غسل الجمعة

۱/ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ ۲/ اصحاب الظواہر (امام مالک فی قول واحد) اور حضرت امام احمد بن حنبل (فی روایة واحدة) کے نزدیک جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

ابن القیم نے اس مسئلہ میں حنابلہ سے تین روایتیں ذکر کی ہیں۔ ۱/ وجوب اسی کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ ۲/ عدم وجوب۔ ۳/ تیسری روایت یہ ہے کہ اگر بدن یا کپڑے میں رائحہ کریہہ ہے تو واجب ورنہ سنت (الدر المنضود صفحہ ۴۴۳ التوضیح المجد صفحہ ۳۷)

الدلائل لقائل الوجوب ۔ ۱/ یہ حدیث مذکور ہے۔ ۲/ حدیث ابن عمرؓ ہے ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا اتى احد كم الجمعة فليغتسل ۔ اس حدیث شریف فلیغتسل صیغہ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

دليل مذاهب الائمة الاربعة ۱/ سمرہ بن حندب کی حدیث ہے جو مرفوع ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغتسل فالغسل افضل ۔ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ صرف افضل اور مستحب ہے۔

۲/ وہ روایت ہے جس کو خود امام محمدؒ نے حضرت انس بن مالک اور حسن بصری کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من تو ضأیوم الجمعة فيها

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ونعمت ومن اغتسل فالغسلُ افضلُ ۔ یہ حدیث بھی عدم وجوب غسل پر واضح دلیل ہے۔

الجواب جن دلائل سے اصحاب الظواہر نے وجوب غسل پر استدلال کیا ہے ان کے جوابات یہ ہیں۔

۱/ ابتداء اسلام میں وجوب غسل ایک علت کی وجہ سے تھا جب وہ علت ختم ہوگئی تو اب وجوب غسل کا حکم باقی نہ رہا۔

۲/ وہ علت یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مسجد نبوی تنگ تھی۔ اور لوگ ادنی کپڑا استعمال کرتے تھے اور محنت ومزدوری بکثرت کرتے تھے۔ اس لئے جب ان کو پسینہ آتا تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے غسل جمعہ کو واجب کہا گیا تھا لیکن جب فتوحات شروع ہوگئے اور تنگی ختم ہوگئی تو وجوب غسل کا حکم بھی منسوخ ہوگیا۔

۲/ جہاں تک صیغۂ امر کی بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر کا صیغہ صرف وجوب کے لئے ہی نہیں آتا ہے بلکہ اس کے بہت سارے معانی ہیں ان ہی میں سے ایک معنی استحباب بھی ہے لہٰذا دیگر دلائل کی وجہ سے یہاں بھی امر استحباب کے معنی میں ہوگا۔

۳/ بعض روایت میں غسل کے ساتھ خوشبو لگانے کا بھی حکم آیا ہے اور خوشبو لگانا بالاتفاق مستحب ہے اسی طرح غسل کرنا بھی صرف مستحب ہوگا۔

الجواب لھذا الحدیث اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں واجب بمعنی ثبوت اور تاکید ہیں اور محتلم سے بالغ مراد ہے اور یہ لازمی معنی مراد ہے اس لئے کہ اگر احتلام کے بعد انزال ہوگیا تو جمعہ ہو یا غیر جمعہ بہر صورت غسل واجب ہے لہٰذا اب یہاں لفظ محتلم بول کر بالغ شخص مراد ہے۔

غسل یوم الجمعۃ لصلوۃ الجمعہ اولیوم الجمعۃ

ا/ یہ غسل جمہور علماء ومنہم الائمۃ الاربعہ کے نزدیک للصلوۃ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۲/امام محمد و حسن بن زیاد داؤد ظاہری کے نزدیک للیوم ہے لشرافة هذا اليوم ۔
ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جو بھی فضائل اور مناقب احادیث میں آتے ہیں ہمیں سب تسلیم ہیں لیکن تمام فضائل نماز جمعہ کی وجہ سے ہیں اس لئے جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہوگا۔

(نوٹ) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور عدم وجوب کے قائل کیوں ہیں اس کا جواب الجواب کے تحت گذر چکا ہے۔(التوضیح المجد صفحہ ۳۰۶ تا ۳۰۹)

ابوداؤد شریف ص ۵۳

(۵۱) سوال : عن عائشةَ قالت كان يكون لاِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيْضُ وفِيهِ تُصِيْبُهَا الجَنَابَةُ ' ثم ترىٰ فِيهِ قَطْرةً مِن دم فَتَقْصَعُه' بِرِيْقِهَا .

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کرے (ب) دم حیض اور دیگر نجاست کے ازالہ کے لئے پانی کا استعمال کرنا شرط ہے یا دیگر مائعات جو مزیل ہو وہ بھی کافی ہے اگر اسمیں ائمہ کا اختلاف ہو تو اسکو ذکر کریں پھر ہر ایک کی دلیل بیان کرے: اور بتلائے کہ اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس صرف ایک کرتا ہوتا اسی کو حیض میں پہنتی اسی میں جنابت ہوتی اگر کہیں اسمیں ایک قطرہ خون کا لگا ہوتا تو تھوک لگا کر اس کو مل ڈالتی۔

(ب) اختلاف الائمہ۔کیا پانی کے علاوہ دیگر مائعات (جو بہنے والی ہوں) سے دم حیض ودیگر نجاست کو زائل کیا جا سکتا ہے تو اس میں اختلاف ہے

(ا) جمہور و منہم الائمۃ الثلاثہ فرماتے ہیں کہ پانی کے علاوہ دیگر مائعات سے نجاست کا ازالہ نہیں ہوسکتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) حنفیہ ازالہ حدث کیلئے تو پانی متعین ہے لیکن نجاست وخبث کا ازالہ پانی کے علاوہ دیگر مائعات سے بھی ہوسکتا ہے۔

الدلائل: جمہور کی دلیل عن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت امراۃ تسالُ رسولَ الله کیف تصنعُ احدانا بثوبها اِذا رأتِ الطهر اَتُصلّی فیه قال تنظر فان رأت فیه دمًا فلتقرصه بشیء من ماءٍ ولتنضح مالم تر.

اس حدیث میں کپڑے پر خون لگا ہے اس کو پانی سے رگڑ کر دھونے کا حکم دیا ہے تاکہ اسکا بالکلیہ ازالہ ہوجائے اور جملہ ثانیہ والتنضح مالم تر کا تعلق ماقبل سے ہو اور مطلب یہ ہے کہ کپڑے کو دھوتے وقت اس پر پانی ڈالتی رہیں جب تک اثر نجاست نہ دیکھے (جیسا کہ کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ ہے) تو یہ اس صورت میں ما بمعنی مادام ہوگا۔

تو دیکھئے اس حدیث میں پانی سے دھونے کا حکم دیا اور اس وقت تک دھوتی رہے جب تک کہ وہ اثر نجاست کے زوال کو نہ دیکھے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ازالہ نجاست کے لئے پانی ضروری ہے۔

یہ حدیث جمہور کا مستدل اس صورت میں جب ما بمعنی مادام ہو اور اگر ما موصولہ اور یہ مستقل جملے ہو تو پھر مستدل نہیں بنے گا۔

۲/ حدثنا مسدد حُکّیه بِضَلَعٍ واغسلیه بماءٍ و سِدرٍ اس حدیث میں بھی پانی سے دھونے کا حکم ہے۔

دلیل الحنفیہ: حنفیہ کی دلیل یہ حدیث مذکور مافی الباب ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے ریق کے ذریعہ ازالہ نجاست ہوسکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے اس لئے کہ اگر ریق کو مزیل نجاست نہ مانے تو پھر اس سے مزید تلویث ہوجائے گی تو اب دیکھئے جب ریق مزیل نجاست ہے دیگر مائعات بھی مزیل نجاست ہوسکتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۵۳

(۵۲)سوال: عبیدُ اللہ بنُ معاذٍ حدثنا أبي حدثنا أشعَثُ . عن محمدِ بنِ سیرینَ عَن عبدِاللہ بنِ شقیقٍ عَن عَائشةَقالت : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاَ یُصَلّی فی شُعُرِ نا اَوْلُحُفِنا ' قال عبید اللہ شَکَّ أبی.

(الف)حدیث پاک کا ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے۔(ب)لفظ سیرین منصرف ہے یا غیر منصرف جو بھی تحریر کریں وجہ ضرور تحریر کریں۔(ج)خط کشیدہ عبارت کا مطلب بھی تحریر فرمائیں(د)حضورﷺ حدیث میں ذکر کردہ کپڑوں میں کیوں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شعار یا لحاف میں نماز نہیں پڑھتے تھے عبید اللہ نے کہا کہ میرے والد کو شک ہوا کہ حضرت عائشہ نے فی شعرنا کہا یا لحفنا کہا۔

توضیح العبارة: شعر جمع ہے شعار کی جو مقابل ہے دثار کا وہ کپڑا جو بدن سے متصل ہے اور اس سے اوپر والے کو دثار کہتے ہیں لیکن یہاں شعار سے مراد اوپر کا کپڑا ہے جیسے چادر، لحاف، کمبل وغیرہ۔ چنانچہ حدیث الباب میں بھی لفظ لحف مذکور ہے اور اسی طرح امام ترمذی نے اس پر ترجمہ باب الصلوة فی لحف النساء باندھا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا وہ کپڑا جس کو مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں ایسے کپڑے میں مرد کو نماز نہیں پڑھنی چاہئے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں جیسا کہ کوکب الدری میں ہے۔ایک یہ کہ عورتوں کے مزاج میں طہارت و نجاست کے مسئلے میں احتیاط نہیں ہوتی لہٰذا مردوں کو ان کے کپڑوں کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہئے دوسری وجہ یہ کہ ہر ملبوس میں لابس کی بو ہوتی ہے ایسی صورت میں عورت کی چادر وغیرہ اوڑھ کر نماز میں پڑھنے میں شغل بال کا اندیشہ ہے کہ خیال اس کی طرف جائے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تحقیق ابن سیرین۔ابن سیرین یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وعجمیت کی بناء پر
(الدر المنضود صفحہ ۴۵۶)

(ج) تحقیق العبارۃ المخطوطہ قال عبداللہ شک ابی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت معاذ کو شک ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے لایصلی فی شعرنا فرمایا یا لحفنا فرمایا۔

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث میں ذکر کردہ کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ حاشیہ میں مذکور ہے۔

انها امتنع من الصلوة فيها مخافة ان يكون اصابها شیء من دم الحيض (بقیہ دو وجہ توضیح العبارہ کے تحت گذر چکی ہے)

ابوداؤد شریف ص ۵۳

(۵۳) سوال : حماد عن ابراهيم عن الاسودِ أنَّ عائشةَ قالت : كنتُ أفركُ المَنِيَّ من ثوبِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فيُصَلّي فيه : قال ابو داوُد : وَافقَه' مُغيرةُ 'وَواصلٌ' ورواه' الاعمشُ كما رواهُ الحكمُ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب بیان کیجئے۔(ب) منی کی طہارت ونجاست کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیے (ج) قال ابوداؤد کی مراد واضح کیجئے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان کی موافقت مغیرہؒ اور ابو معشرؒ اور واصلؒ نے کی اور سلیمان اعمش نے اس روایت کو حکم کی طرح روایت کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرک بھی پاکی کا طریقہ ہے اسلئے کہ اگر فرک (کھرچنا) مطہر نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کپڑے میں نماز نہ پڑھتے۔

(ب) اختلاف الائمہ مع الدلائل :۔ اما شافعی واحمد کے نزدیک منی پاک ہے امام ابوحنیفہ ومالک کے نزدیک منی ناپاک' جو حضرات نجاست منی کے قائل ہیں وہ غسل کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور جو طہارت کے قائل ہیں وہ روایات فرک سے استدلال کرتے ہیں اسلئے کہ ثوب منی کے بارے میں غسل اور فرک دونوں طرح کی روایات بکثرت وارد ہیں اسلئے حضرات محدثین باب غسل المنی اور باب فرک المنی الگ الگ باب قائم کرتے ہیں جیسے کہ نسائی وغیرہ میں یہ باب ہے۔

قائلین طہارت ان دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق اس طرح دیتے ہیں کہ غسل کی روایات استحباب اور تنظیف پر محمول ہے اور فرک کی بیان جواز پر اور قائلین نجاست غسل کی روایات کو منی رطب اور فرک کی روایات کو یابس پر محمول کرتے ہیں اسلئے کہ ان کے نزیک طہات ثوب کے لئے ازالہ منی ضروری ہے اگر تر ہو تو بذریعہ غسل اور خشک ہو تو بطریقہ فرک' اسلئے کہ حضور ﷺ سے پوری مدت العمر میں ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ثوب منی میں اس کے غسل یا فرک کے بغیر نماز پڑھی ہو اگر منی طاہر ہوتی تو کم از کم ایک مرتبہ تو بیان جواز کے لئے ایسا فرماتے۔ باقی شافعیہ کا روایات فرک سے استدلال صحیح نہیں اسلئے کہ فرک بھی تطہیر کا ایک طریقہ ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے اذا وطی احدکم بنعلہ الاذی فان التراب لہ طھور جس طرح اس حدیث میں وطی اذی کے بعد حصول طہارت بالتراب سے طہارت اذی پر استدلال صحیح نہیں اسطرح روایات فرک سے طہارت منی پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ دونوں جگہ غسل نہیں ہے ایک جگہ فرک ہے اور دوسری جگہ زمین کی رگڑ ہے (الدر المنضود ۱/۴۶۰)

(ج) توضیح قال ابوداؤد :۔ یہ اس حدیث کی سند کے اختلاف کی طرف اشارہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے کہ ابراہیم نخعی کے شاگرد حکم نے اسکو ابراہیم عن همام بن الحارث عن عائشه سے نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث اول کی سند میں ہے اور اعمش نے حکم کی موافقت کی ہے اور ابراہیم نخعی کے تیسرے شاگرد حماد بن ابی سلیمان نے یہ حدیث ابراہیم عن الاسود عن عائشہ سے نقل کی ہے جیسا کہ حدیث ثانی سند میں مذکور ہے اور مغیرہ، ابومشعر، واصل ان تینوں حضرات نے حماد کی موافقت کی ہے اور چونکہ ابرہیم کے یہ سب تلامذہ ثقہ ہیں اسلئے معلوم ہوا کہ ابرہیم نے ہمام و اسود دونوں ہی سے روایت کی ہے (زبدۃ المقصود ص ۱۰۰)

ابوداؤد شریف ص ۵۴

(۵۴) سوال : عن لُبابة بنت الحارث قالت : كان الحُسين بن عليٍّ في حِجْرِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فبالَ عليه، فقلتُ : أَلْبَسْ ثوباً واعطني ازارك حتّٰى اَغسِلَه، قال انّما يُغسَلُ من بولِ الأنثٰى وَيُنْضَحُ من بولِ الذَّكر.

(الف) بول صبی کی تطہیر کی کیفیت میں ائمہ کے مذاہب ہر ایک کی دلیل علماء حنفیہ کے خلاف یہ حدیث ہو تو اس کا جواب مطلوب ہے (ب) ۱۴۲۸ (اس حدیث سے پہلے ام قیس کی حدیث ہے اسمیں نضح ہے) نضح کے معنی کی تعیین کیجیے بول صبی اور صبیہ کے حکم کے بارے میں اختلاف اور اس کی وجہ مع أدلہ تحریر کریں

جواب: (الف) اختلاف الائمہ

(۱) امام شافعی واحمد فرماتے ہیں کہ بول صبی کی طہارت کے لئے نضح (چھینٹا مار دینا) کافی ہے غسل کی ضرورت نہیں ہے

(۲) امام اعظم و مالک فرماتے ہیں کہ بول صبی کی تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے البتہ امام اعظم کے نزدیک غسل میں غسل خفیف بھی بول ذکر کی تطہیر میں کافی ہے غسل میں مبالغہ کی ضرورت نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور امام مالک کے نزدیک بول صبی میں بھی غسل کے اندر مبالغہ ضروری ہے بول صبیہ کی طرح یعنی دیگر ناپاکیوں کی طرح تین مرتبہ دھونا اور تین مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے۔

الدلائل:۔ دلیل امام شافعی واحمد۔ عن أم قيس بنت محصن قالت دخلت بابن لي على النبي صلى الله عليه وسلم لم يا كل الطعام فبال عليه فدعا بماءٍ فَرَشَّه عليه : (ترمذی) وفي رواية ابي داؤد ولم يغسله۔ اس کے علاوہ وہ ساری احادیث بھی ان حضرات کا مستدل ہیں جن میں بول غلام کے سلسلہ میں نضح یا رش کے الفاظ وارد ہوئے ہیں

۔ دلیل الامام اعظم و مالک:۔ عن عائشة قالت كا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤتى بالصّبيان فأتي بصبي مرةً فبال عليه فقال صُبّوا عليه الماء صبا: کہ آپ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تھے ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ ﷺ کے اوپر پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اچھی طرح پانی بہادو؛ نیز وہ تمام احادیث بھی ہماری مستدل ہیں جن میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تاکید کی گئی۔

(جواب شافعی) یہ ہے کہ چونکہ دوسری احادیث میں بہانے وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں اسلئے 'نضح' اور 'رش' کے بھی ایسے معنی مراد لئے جائیں گے جو دوسری روایات کے مطابق ہوں' اور وہ غسل خفیف ہیں' نیز خود امام شافعیؒ نے بعض مقامات پر ان الفاظ کی یہی تشریح کی۔

(۲) اس مسئلہ کے متعلق کل پانچ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

(۱) نضح (۲) رش (۳) صب (۴) اتباع الماء (۵) لم يغسله غسلا' ان پانچ لفظوں میں سے تین الفاظ صب' اتباع الماء' اور لم يغسله غسلا' کی دلالت دھونے پر قطعی ہے بقیہ دو محتمل ہیں ان کے معنی چھینٹا دینے کے بھی ہو سکتے ہیں اور دھونے کے بھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لہذا ان دو محتمل الفاظ کو بھی اسی قطعی معنی پر محمول کیا جائے' اسلئے کہ وہ یقینی ہے۔ بقیہ اس کی تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے تحفۃ الالمعی ص ۳۱۴ ج ۱/ کا۔

بول صبیہ:۔ بول صبیہ بالاتفاق ناپاک ہے اور اس کی تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے بالاجماع۔

(ب) (تعین معنی النضح) نضح کے دو معنی ہیں

(۱) چھڑکنا (۲) صب الماء۔ غسل خفیف۔ اور ان احادیث میں لفظ نضح سے صب الماء اور غسل خفیف مراد ہے' چنانچہ ایک روایت میں ہے جس کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے انی لاعرف مدینۃ ینضح البحرَ بِجانِبِھا اس حدیث میں نضح سے ظاہر ہے کہ بہنا مراد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ایک ایسا شہر جانتا ہوں جس کی ایک جانب میں دریا بہتا ہے۔ (بول صبی وصبیہ کے حکم میں فرق کی وجہ)

(۱) لڑکی کے مزاج میں برودت ہے اسی لئے اس کے پیشاب میں عفونت ہوتی ہے پس اس کے پیشاب کو مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے ورنہ کپڑا پاک ہونے کے بعد بھی بدبودہ جائے گی اور لڑکے کے مزاج میں حرارت ہے اسی لئے اس کے پیشاب میں عفونت کم ہوتی ہے اس میں غسل خفیف کافی ہے۔

(۲) لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہے اسلئے پیشاب ایک جگہ گرتا ہے اور لڑکی کا مخرج کشادہ ہے اس لئے پیشاب کپڑے پر بکھر جاتا ہے بس لڑکے کے پیشاب پر تو پانی ریڑھا جاسکتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کرنے کی صورت میں پورا کپڑا دھونا ضروری ہوتا ہے۔

(۳) لڑکوں میں ابتلائے عام ہے مرد اس کو اٹھائے پھرتے ہیں اور لڑکی کی یہ صورت نہیں اسلئے شریعت نے لڑکے کے پیشاب میں تخفیف کی اور لڑکی کے پیشاب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ تحفۃ الالمعی ص ۳۱۵ ج ۱/۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۵۴

(۵۵) سوال: ثم لم یَلْبَثْ اَنْ بالَ فی ناحیة المسجد فاَسْرعَ الناسُ الیه، فنهاهم النبیُّ صلی الله علیه وسلم . وقال انما بُعِثْتُم میسِّرِین ولم تُبْعَثوا مُعَسِّرِیْنَ، صُبُّوا علیهِ سَجْلاً مِن ماءٍ أوقال ذَنُوباً من ماءٍ .

(الف) محل نجاست کی تطہیر کے لئے پانی متعین ہے یا ہر چیز جس سے نجاست کا ازالہ ہوجائے ائمہ کے مذہب اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب مع دلیل لکھیں زمین کے پاک کرنے کی احناف کے یہاں کیا کیا صورتیں ہیں تحریر کریں۔

(ب) لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور احناف کے خلاف ہے اگر خلاف ہے تو احناف کی طرف سے جواب دیں اور اگر خلاف نہیں ہے تو اسکو بھی مدلل تحریر کریں۔

(ج) عبداللہ بن مغفل بن مقرن کی حدیث میں اس واقعہ کے تحت تطہیر ارض کی کیفیت حدیث مذکور کے خلاف ہے آپ پہلے اس کیفیت کو تحریر کریں. پھر دونوں حدیثوں میں تطبیق دیں۔

(د) بعثت نبی کی ہوتی ہے حدیث میں اس کی نسبت صحابہ کی طرف ہے آپ اس کی وضاحب کریں۔

فائدہ:۔ اول مقدمہ کے طور پر یہ بات یادرکھئے کہ اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرنے والے نہ ہوتو نجاست کے زائل کرنے سے زمین بالاتفاق پاک ہوجاتی ہے لیکن اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرجائیں تو اس کے طریقہ تطہیر میں اختلاف ہے۔

جواب: (الف) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ایسی زمین صرف پانی بہانے سے پاک ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلیل. یہ حدیث الباب ہے! کہ اس حدیث میں حکم دیا گیا کہ ایک ڈول پانی بہادو معلوم ہوا کہ زمین دھونے سے ہی پاک ہوگی پانی بہانا ضروری ہے اسلیئے صرف جفاف وغیرہ سے زمین پاک نہیں ہوگی۔

جواب حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو پانی ڈلوایا تھا وہ زمین پاک کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ پیشاب کی بدبوں ختم کرنے کیلئے تھا جگہ پاک کرنے کیلئے تو ناپاک مٹی کو کھود کر باہر ڈلوادی تھی تحفۃ الالمعی ص ۲/۳۴۴۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تطہیر ارض کے تین طریقے ہیں .اور تینوں کا ثبوت ملتا ہے۔

۱/جفاف یعنی ناپاک زمین خشک ہوجانے سے خود بہ خود پاک ہوجاتی ہے۔دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث زکاۃ الارض یُبْسُھا۔

۲/صب الماء: کہ زمین پر پانی بہانے سے وہ پاک ہوجاتی ہے۔

دلیل.حدیث الباب:

۳/حفر.تیسرا طریقہ حفر ہے کہ زمین کھودنے اور ناپاک مٹی کو منتقل کرنے سے زمین پاک ہوجاتی ہے۔

دلیل خُذُو اما با ل علیه من التراب 'فأالقوه الخ

(ب) حدیث مذکور احناف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسمیں تطہیر کے طریقوں میں سے ایک بہتر طریقہ منقول ہے اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ تطہیر کا کوئی طریقہ اس کے علاوہ ہے ہی نہیں: تطہیر ارض کے بارے میں احادیث میں دوسرے طریقے بھی مذکور ہیں اوران طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

(ج) عبداللہ بن معقل کی حدیث میں اس واقعہ کے تحت تطہیر ارض کی کیفیت جو مذکور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مٹی پر اعرابی نے پیشاب کیا ہے اس کو اٹھاؤ اور (یعنی مسجد کے باہر) ڈال دو اور اس جگہ پر پانی ڈال دو۔

تطبیق اس طرح دی جائیگی کہ اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرنے والے نہ ہو تو پانی سے نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر نجاست کے اجزاء سرایت کر جائے زمین کے اندر تو اس صورت میں پانی سے نجاست دور نہ ہوگی بلکہ مٹی کو کھودنا پڑیگا اور اس کو منتقل کرنا پڑیگا دوسری جگہ۔

(د) آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمایا انما بُعِثتُم مُیَسِّرین الخ حالانکہ مبعوث تو حضور ﷺ ہیں نہ کہ صحابہ کرامؓ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی طرف بعثت کی نسبت مجازا ہے اسلئے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے نائب ہیں حق نیابت کو ادا کرنے والے ہیں. اس حیثیت سے صحابہ کو مبعوث کہہ دیا گیا۔

فائدہ: اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی افضلیت کی وجہ آپ ﷺ کی بعثت کا دوہرا ہونا ہے، آپ ﷺ براہ راست صحابہ کی طرف مبعوث تھے. اور صحابہ کے واسطے سے پوری دنیا کی طرف مبعوث تھے اسی طرح صحابہ بھی آپ ﷺ کی طرف مبعوث تھے یہ حدیث اس کی دلیل ہے اس میں انّما بُعثتم الخ صریح ہے: تحفۃ الالمعی ص ۴۳۵

ابوداؤد شریف ص ۵۴/

(۵۶) سوال : عن ابی هریرة اَنَّ اعرابیًّا دَخَلَ المسجد ورسولُ الله صلی الله علیه وسلم جَالِسٌ فصلّی قال ابنُ عَبْدَة رَکعتین ثم قال اَللّٰهُمَّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فقال النبي صلى الله عليه وسلم لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ المسجد فاسرع الناسُ اليه فنهاهم النبي صلى الله عليه وسلم وقال اِنّما بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَم تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِين صبُّوا عليه سجلا من ماءٍ اوقال ذَنُوبًا من ماءٍ .

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے مطلب لکھئے۔(ب) حدیث پاک سے کتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔(ج) اگر زمین ناپاک ہوجائے تو اس کی تطہیر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب کیا ہیں ان کے دلائل بھی لکھئے۔

(جواب الف) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی مسجد میں آیا اور حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے اس نے نماز پڑھی، ابن عبدہ نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھیں، پھر کہا کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کشادہ (رحمت) کو تنگ کر دیا پھر تھوڑی ہی دیر میں اس اعرابی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف دوڑے (اس کے منع کرنے کو) آپؐ نے لوگوں کو منع کیا، اور فرمایا کہ تم لوگوں پر آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اس لئے نہیں کہ دشواری کرو۔

پانی کا ایک ڈول اس پر بہادو (یا یہ فرمایا کہ) پانی کا بھرا ہوا ڈول اس پر بہادو۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آیا اور آنے کے بعد اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز کے بعد اس اعرابی نے دعاء کی اور اس نے دعاء اس طرح کی اللهم ارحمني و محمدًا ولا ترحم معنا احداً اور آپؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپؐ نے اس اعرابی سے فرمایا لقد تحجرت واسعا مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہت وسیع ہے تم نے اس وسیع رحمت کو اپنے اور میرے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خاص کر کے تنگ کر دیا۔

اصل میں یہ نئے نئے مسلمان تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو عام کر دیا تو ہر ایک کے حصہ میں تھوڑی تھوڑی آئے گی اس لئے کہا کہ اے اللہ اپنی رحمت صرف ہم دونوں پر تقسیم فرما، حضورؐ نے یہ جملہ فرما کر ان کے خیال کی تردید کر دی کہ اللہ کی رحمت تو بہت وسیع ہے۔

قوله ثم لم یلبث ۔یعنی یہ اعرابی حضورؐ کے پاس ابھی تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ مسجد کے ایک کونے میں جا کر پیشاب کر دیا صحابہ جلدی سے ان کی طرف لپکے اور اٹھانا چاہا مگر حضورؐ نے صحابہ کو روک دیا کیونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہیں صحبت رسول سے دور رہے ہیں ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن عسقلانیؒ نے فتح الباری میں حضورؐ کی ممانعت کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک غلطی کو شروع کر چکے اگر درمیان میں ان کو روکا جاتا تو اس غلطی میں اضافہ ہی ہوتا کیونکہ ان کے پیشاب کی وجہ سے مسجد کا ایک حصہ تو نجاست سے آلودہ ہو ہی چکا ہے۔ درمیان میں منع کرنے سے اگر وہ حاجت پیشاب روک لیتے تو ان کو تکلیف ہوتی اور اگر نہ روکتے تو خود ان کا بدن ٹانگیں وغیرہ یا کپڑے ناپاک ہو جاتے یا مسجد کی اور جگہ بھی ناپاک ہو جاتی نہ روکنے میں تھوڑی خرابی برداشت کر کے بڑی خرابی سے بچ گئے۔

پھر آپؐ نے ان کو مشفقانہ انداز میں سمجھا بھی دیا کہ یہ مساجد پیشاب کرنے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ یہ ذکر اللہ کے کیلئے ہوتی ہیں **قوله انما بعثتم** الخ یعنی تم کو خداوند قدوس نے اس لئے نہیں بھیجا کہ تم لوگوں کے ساتھ سخت گیری اور تشدد کا معاملہ کرو بلکہ تمہیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تم نرمی اور یسر سے پیش آؤ: الخ (السح المحمود ص ۲/۲۶۳ / تحفۃ الالمعی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ص/۴۳۴ درس ترمذی ص/۳۹۰۔

اس حدیث سے چار مسائل ثابت ہوتے ہیں۔

۱/ جب مسجد میں جائے تو سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنی چاہیے۔

۲/ اللہ کی رحمت کو عام رکھنا چاہیے اپنے لئے ہی خاص نہ کرنی چاہیے

۳/ ناواقف آدمی کو نصیحت کرنے میں نرمی برتنی چاہیے۔

۴/ اگر زمین پر پیشاب جیسی ناپاک چیز لگ جائے تو اس کو کس طرح پاک کیجائے گی

اس حدیث میں بتلایا گیا کہ اس کو پانی سے دھلا جائیگا۔

(ج) اس کا جواب سوال نمبر/۵۵ میں گزر گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحل المسعود

لحل

اسئلۃ ابی داؤد

جلد دوم

مرتب

محمد عثمان ہریدواری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوداؤد شریف ص ۳۵۹

(۱) سوال: وَاللّٰہِ یا رسولَ اللّٰہِ مَا کَانَ بِی کُفرٌ وَلا اِرْتِدَادٌ فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلّم صَدَقَکُم فقال عمرؓ دَعْنِی اَضْرِبُ عُنُقَ ھٰذَا الْمنافِقِ فقال رسول اللّٰہِ ﷺ قد شَہِدَبَدْراً وَمَایُدْرِیکَ لعل اللّٰہ اِطَّلَعَ علٰی أھلِ بَدرٍ فقال اِعْمَلُوا مَا شِئْتُم فقدغَفَرْتُ لَکُم:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) یہ حدیث حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں ہے ان کا مختصر طور سے قصہ بیان کریں (ج) آپ ﷺ کے قد صدقکم کہنے کے باوجود حضرت عمرؓ کا منافق کہنا اس کا جواب تحریر کریں، (د) قد شھد بدراً الی اٰخرہ سے آپ ﷺ نے حاطب سے کفر ونفاق کی نفی پر استدلال کیا آپ طریقہ استدلال تحریر کریں۔

(جواب الف) اللہ کی قسم میں کافر اور مرتد نہیں ہوں یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاطب نے تم سے سچ کہا ہے حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس منافق کی گردن اڑا نے دیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تم کو بخشا دیا۔

(ب) حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ:

حاطبؓ یمن کے باشندہ تھے اور مکہ مکرمہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے پھر مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور اہل وعیال کو مکہ میں ہی چھوڑ آئے اور حضرت زبیرؓ کے حلیف تھے، جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، جس زمانہ میں کفار قریش نے حدیبیہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معاہدہ توڑ دیا تھا اور رسول ﷺ مکہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس زمانہ میں سارہ نام کی ایک مغنیہ مدینہ منورہ آئی، حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ہجرت کر کے آئی ہو اس نے جواب دیا کہ نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا آخر کس غرض سے آئی ہو، اس عورت نے کہا کہ مکہ مکرمہ میں اعلیٰ خاندان کے لوگوں سے میرا گزارہ ہوتا تھا اب مکہ کے بڑے بڑے سردار غزوہ بدر میں مارے گئے ہیں اور آپ لوگ یہاں چلے آئے ہیں اس لئے اب میرا گزارہ مشکل ہو گیا ہے، میں سخت پریشانی میں ہوں آپ سے مدد لینے آئی ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو مکہ شریف کی پیشہ ور مغنیہ ہو وہ مکہ کے نوجوان کہاں گئے جو تم پر روپے پیسے کی بارش کیا کرتے تھے اس نے کہا کہ بدر کے بعد ان کی ساری تقریبات ختم ہو چکی ہیں اور اس وقت مجھے کسی نے نہیں بلایا چنانچہ آپ ﷺ نے بنی مطلب کو اس عورت کی مدد کرنے کی ترغیب دی، انہوں نے اس کو نقد پوشاک دے کر رخصت کر دیا، حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اسی عورت کے ذریعہ کفار مکہ کی طرف ایک خط بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ حضور ﷺ کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس خط کا پتہ ہو گیا چنانچہ آپ ﷺ نے چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے اس کو لے کر آؤ، یہ لوگ بہت تیزی سے روانہ ہوئے اور اس عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پالیا، کچھ رد و کد کے بعد وہ خط ان کے حوالہ کر دیا۔ (القول المحمود ص ۳) (ارسح المحمود ص ۲۷ ج ۹) (الحل المحمود ص ۳۶)

(ج) یہ اشکال بظاہر بہت قوی معلوم ہوتا ہے لیکن محدثین کرام نے اس کی مختلف توجیہات کی ہے،

(۱) حضرت عمرؓ اپنی فطری قوت اور منافقین سے عداوت کی وجہ سے یہ بات کہہ رہے ہیں اور حضرت عمرؓ نے یہ خیال کیا کہ حضرت حاطبؓ کا یہ فعل موجب قتل ہے کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انہوں نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی ہے لیکن قتل کا پختہ ارادہ نہیں کیا اسی وجہ سے آپ ﷺ سے اجازت طلب کررہے ہیں۔

(۲) علامہ حلبی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ قول حضور ﷺ کی تصدیق سے پہلے کا ہو اور روایات میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہو۔

(۳) علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ ان کو یہ پتہ نہیں چلا کہ حضور ﷺ کیا فرمارہے ہیں۔ (السمح المحمود ص ۳۹ ج ۹) (الحل المحمود ص ۲۷)

(د) حاطب ابن ابی بلتعہؓ سے عدم نفاق پر اس طرح استدلال ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ نے حاطب سے فرمایا ماھذا یا حاطب تو انہوں نے معذرت کی لا تَعْجَلْ عَلَيَّ یا رسول الله مابی كفرٌ وَلَا اِرْتِدَادٌ الخ اس پر آپ ﷺ نے صَدَقَكُمْ فرمایا اور ان کے عذر کو قبول فرمایا اس طرح واقعہ سیدنا حاطبؓ سے عدم نفاق پر استدلال ہوگا۔
(الحل المحمود ص ۲۹)

ابوداؤد ص ۳۶۱

(۲) سوال : بابُ النهي عَنِ المثلةِ: عَن علقمة عن عبد اللهِ قال قال رسول الله ﷺ أعفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أهْلُ الايمان.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ وتشریح کیجئے (ب) اعراب لگا کر ترکیب نحوی کیجئے

(ج) اس حدیث کو باب في النهي عن المثلة سے کیا تعلق ہے اس کی وضاحت کریں نیز مثلہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بتائے اختیاری اور اضطراری مسئلہ کا حکم ایک ہے یا الگ الگ

(جواب الف) مثلہ کرنے کی ممانعت کا بیان حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والے بہتر قتل کرنے والے لوگ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تشریح مع تحقیق مثلة : ناک کان کاٹنا، سزا، عذاب، جمع مثلات ہے۔ اعف اسم تفضیل از باب (ض) حرام یا غیر مستحسن سے رکنا،

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن قتل کرتے ہیں تو بری طرح قتل نہیں کرتے کہ مقتول کے ناک کان اور دیگر اعضاء کو الگ الگ کردے بلکہ حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق قتل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اچھی طرح قتل کرو یعنی (یکبارگی میں ہی قتل کردو) اور کفار بری طرح قتل کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ مثلہ بنا دیتے ہیں جیسا حضرت حمزہؓ کے ساتھ کیا۔

(ب) اعف الناس قتلةً أهلُ الایمان کی نحوی ترکیب اعف اسم تفضیل مضاف الناس مضاف الیہ دونوں ملکر ممیز ہوا قتلة تمیز ممیز تمیز سے ملکر مبتدا ہوا اهل مضاف الایمان مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (اسح المحمود ص ۶۰ ج ۹) اھل الایمان مبتدا مؤخر اعف الناس خبر مقدم قتلہ تمیز (القول المحمود ص ۶) (ج) حدیث باب سے ضمناً ترجمہ ثابت ہورہا ہے، اسلئے کہ آپ ﷺ اس حدیث پاک سے مثلہ کی ممانعت ہی مسلمانوں کی تعریف کے انداز میں بیان فرمارہے ہیں۔ (اسح المحمود ص ۶۱ ج ۹) مطابقة الحديث بالباب "بِاَنّ المؤمنين قيل لهم لا اعف النّاس قتلة" لأنّهم يمتنعون عن المثلة ويحترزون عنها ففيه النّهي عن المثلة" (القول المحمود ص ۶)

مثلہ کی حقیقت وشرعی حکم

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ جب تک دشمنوں پر کامیابی اور غلبہ حاصل نہ ہو تو مثلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ مقابلہ کیلئے کوئی شخص نکلے اور اس نے اپنے مقابل کا کان کاٹ دیا پھر ہاتھ کاٹ دیا پھر ناک کاٹ دی وغیرہ، اور جب کفار پر غلبہ حاصل ہو جائے تو مثلہ کرنا جائز نہیں ہے، اسی کو شامی نے بھی نقل کیا ہے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حكم المثلة فى حالة الاختيار والاضطرار متفرّق أما المثلة فى الاضطرار فهى جائزة بلا كراهة وأما فى الاختيار ففيه خلاف يسير بين الحنفية والشافعية أما الحنفيه، فقالوا بعدم جوازها على الاطلاق سواء كانت قصاصاً أو ابتداءً وأما الشافعية، فقالوا بجوازها قصاصاً وبعدم جوازها فى غير هذه الصورة لأنهم صاروا الى جواز مُمَاثِلَةٍ فى القصاص نظرا الى قوله تعالى وجزاء سيّئة سيّئة مثلها والحنفية قالوا :ان المماثلة لابد منها فى القتل فقط لا فى كيفية القتل (القول المحمود ص ۷)

مسئلہ اضطراری میں مثلہ باتفاق جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اضطراری کا مطلب یہ ہے کہ دوران مبارزہ معرکۂ جہاد میں غیر اختیاری طور پر کان ناک ہاتھ وغیرہ کٹ جائے اور اختیاری مثلہ میں امام شافعی اور احناف کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے عند الاحناف مطلقاً ناجائز مکروہ ہے خواہ قصاصاً ہو یا ابتداء ہو اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قصاصاً جائز ہے ورنہ ناجائز ہے اختیاری کا مطلب یہ ہے کہ قابو میں پانے کے بعد مثلہ کیا جائے (الحل المحمود ص ۴۹)

ابوداؤد شریف ص ۳۶۱

(۳) سوال :عَن حَمزَةَ بنِ أبى أُسَيدٍ عَنْ أبِيهِ قال رسول اللّهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ اصطَفَفنَا يومَ بَدرٍ اِذَا اكثَبُوكُم يعنى اِذا غَشُوكُم فارْمُوهُم بالنَّبلِ واستَبقُوا نَبلَكُم:

(الف) حدیث کا ترجمہ ومطلب بیان کیجئے اور اعراب لگائیے (ب) اور تاریخ بدر پر روشنی ڈالئے۔

(جواب الف) حضرت حمزہؓ بن ابی اسیدؓ اپنے والد ابی اسید (مالک بن ربیعہ) سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے بدر کے دن صف بندی کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ (مشرکین) تمہارے قریب تر ہو جائیں تو ان کو تیروں سے مارو (اور جب وہ دور ہوں) تو اپنے تیروں کو باقی رکھو، اس روایت میں جنگ بدر کے دن کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے صحابہ کی صف بندی فرمائی تو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دور سے تیروں کو مت پھینکنا، اس لئے کہ اگر دور سے تیروں کو پھینکا جائے گا تو اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ تیر پھینکنے کا اصل مقصد دشمن کو زد پہنچانا ہے۔ بعض حضرات نے اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ دُور سے پتھر پھینکو، اور جب کچھ قریب ہو جاؤ تو تیر پھینکو اور جب دشمن کے بالکل قریب ہو جاؤ تلوار چلاؤ، یہاں پر روایت کو لا کر صف بندی کو بتلایا ہے۔

(ب) غزوۂ بدر، شام سے لوٹنے والے قریش کے کاروان تجارت کے تعاقب میں اتوار ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو ۳۱۳ یا ۳۱۴ یا ۳۱۵ صحابہ کو ساتھ لیکر حضور ﷺ روانہ ہوئے لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع بیر ابی عنبہ پہنچ کر آپ ﷺ نے لشکر کا جائزہ لیا، کمسنوں کو واپس کیا، مقام صفراء پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ تجارت کی حفاظت کے لئے مکہ سے قریش کا لشکر روانہ ہو کر بدر کے قریب پہونچ گیا ہے، ہوا یہ ہے کہ قافلہ تجارت کے سردار ابو سفیان کو جب یہ معلوم ہوا کہ اصحاب محمد ﷺ تعاقب میں نکلے ہیں تو ضمضم غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود ابو سفیان نے راستہ تبدیل کر کے ساحل بحر کا راستہ اختیار کیا، اطلاع پاتے ہی ابو جہل کی سرکردگی میں جنگجو نوجوان مانے ہوئے شہسواروں کی ایک ہزار کی جمعیت سو گھوڑوں سات سو اونٹوں اور ناچنے والی عورتوں کی رونق کے ساتھ روانہ ہوئی، کاروان تجارت بچ نکلا تو ابو سفیان نے لشکر قریش کو پیغام بھیجا کہ قافلہ تجارت بحفاظت نکل آیا ہے تم واپس آجاؤ، بنو زہرہ واپس آگئے لیکن ابو جہل نہ مانا، کہنے لگا، بدر میں تین دن جشن منا کر واپس ہونگے ۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کی صبح کو میدان بدر میں کفر و اسلام کی صفیں آمنے سامنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تھے، انفرادی مقابلہ شروع ہوا، قریش سے عتبہ، شیبہ، اور ولید نکلے لشکر اسلام سے حضرت حمزہؓ، علیؓ، اور عبیدہؓ بن الحارث آئے اور انہوں نے تینوں کافروں کا کام تمام کردیا، عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ کٹ گئی تھی، کچھ دیر بعد انہوں نے شہادت پائی پھر عام حملہ شروع ہوا، مٹھی بھر توحید کے پاسبانوں نے ایمان وعزیمت اور بہادری وشجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ میدان بدر آج بھی ان کی عظمت اور نصرت خداوندی کا نشان ہے، قریش کے ستّر آدمی مارے گئے، ستر قید کئے گئے، چودہ مسلمان شہادت کی دولت سے سرفراز ہوئے، اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، (کشف الباری ص ۱۹۶ ج ۸)

ابوداؤد شریف ص ۳۶۵

(۴) سوال: بابٌ فِي الأسيرِ يُكرَهُ على الإسلامِ عَنْ اِبْنِ عباسٍ قال: كَانَتِ المرأۃُ تکونُ مِقلاۃً فتجعلُ علیٰ نفسِها اِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أنْ تُهوِّدَهٗ فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ أبناءُ الأنصارِ فقالوا لَا نَدَعُ أبْنائَنا، فأنزل اللهُ عزّوجلَّ لَااِكراهَ فِي الدينِ قد تبيّن الرشد من الغيّ:

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ ومطلب بیان کیجئے اور اعراب لگائیں (ب) بتلائے کہ حدیث پاک سے ترجمۃ الباب کس طرح ثابت ہوتا ہے

(جواب الف) یہ باب قیدیوں کو اسلام پر مجبور (نہ) کرنے کے بیان میں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی عورت ایسی ہوتی کہ اس کا بچہ نہ جیتا تو وہ یہ نذر مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہیگا تو یہودی بنادے گی، جب بنونضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے بچے بھی تھے، انصار نے کہا کہ ہم اپنی اولاد کو نہ چھوڑیں گے، تو اللہ نے یہ حکم نازل فرمادیا کہ "لا اکراہ فی الدین" کہ دین میں زبردستی نہیں ہوسکتی، گمراہی اور ہدایت واضح ہوچکی ہیں جس کو چاہیں اختیار کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہودی مذہب کو اچھا سمجھا جاتا تھا، اس لئے جس عورت کا بچہ نہ جیتا تھا، وہ نذر مان لیا کرتی تھی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو میں اس کو یہودی بنادونگی، اسی وجہ سے انصار کی بہت سی اولاد یہودی تھی،

لیکن جب ۴ رہجری میں حضور ﷺ نے بنو نضیر کو ان کی بری حرکتوں کی وجہ سے جلاوطن کیا تو ان میں انصار کے وہ بچے بھی شامل ہیں جو یہودی مذہب کے پیرو تھے انصار نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو نہیں چھوڑیں گے ہم نے ان کو اس وقت یہودی بنادیا تھا جب ہم یہودیت کو اچھا سمجھتے تھے، مگر اب اسلام کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے اور تمام ادیان سے افضل دین ہمارے پاس ہے تو ہم اپنے بچوں کو یہودی نہ رہنے دیں گے اور انہیں اسلام پر مجبور کریں گے اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ ان کو جبراً مسلمان نہ بناؤں

(ب) ترجمة الباب لا اکراہ فی الدین سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ باب کا مقصد اکراہ فی الدین کے عدم جواز کو بتلانا ہے اور حدیث میں بھی عدم اکراہ کا بیان ہے لہٰذا مطابقت ہوگئی۔ (اسح ص ۸۶ ج ۹)

ابوداؤد شریف ص ۳۶۸

(۵) سوال: بابٌ فی عبیدِ المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمونَ: عن علیِّ بنِ أبی طالبٍ قالَ خرجَ عِبْدَانٌ اِلیٰ رسولِ اللّٰہِ ﷺ یعنی یومَ الحدیبیّۃِ قبلَ الصُّلحِ فکتبَ اِلیہ مَوَالِیھم، فقالوا یامحمدُ واللّٰہِ ماخرَجُوا اِلیک رَغْبَۃً فی دِینکَ وَاِنّماخرجوا ھَرَباً من الرِّقِّ، فقال ناسٌ صَدَقُوا یا رسولَ اللّٰہِ وقال: مَا أرَاکُم تَنْتَھُونَ یا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ حتیٰ یَبْعَثَ اللّٰہُ عَلیکم مَن یَضرِبُ رِقابَکُم علیٰ ھٰذاوأبیٰ أن یَرُدَّھُم، وقال ھُم عُتَقَاءُ اللّٰہِ عزَّوجَلَّ:.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ و مطلب بیان کیجئے۔ (ب) غلاموں کی واپسی کی بات حدیبیہ کے موقع پر پیش آئی یا کسی دوسرے غزوہ کے موقع پر اگر کوئی دوسرا موقع ہو تو اس کی نشاندہی کیجیے اس واقعہ کا وقوع حدیبیہ میں ہونا کیوں غلط ہے اس کی وجہ لکھیے (ج) فقال اناس سے مراد کون ہے (د) غلاموں کے آزاد ہونے کے اسباب بیان کریں۔

(جواب الف) مشرکین کے ان غلاموں کا بیان جو بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آجائیں اور مسلمان ہو جائیں، حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے حضور علیہ السلام کے پاس کئی غلام بھاگ کر آئے ان غلاموں کے مالکوں نے حضور علیہ السلام کو لکھا کہ واللہ یہ غلام تمہارے پاس تمہارے دین میں رغبت کی وجہ سے نہیں آئے ہیں بلکہ غلامی سے بھاگ کر تمہاری طرف آئے ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے سچ کہا ہے ان غلاموں کو ان کے مالکوں کے پاس ہی بھیج دیجئے، اس پر آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا اے قریش کی جماعت تم کو میں نہیں دیکھتا ہوں کہ تم باز آؤ (نافرمانی سے) جب تک اللہ تعالیٰ تم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر دے جو اس (کام یعنی غلاموں کو کفار کی طرف واپس کرنے کی سفارش) پر تمہاری گردنوں کو اڑا دے، پھر آپ ﷺ نے ان غلاموں کو واپس کرنے سے انکار فرما دیا، اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔

مطلب امام ابوداؤدؒ اس باب کو قائم کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے پاس مشرکین کے غلام بھاگ کر آجائیں اور اسلام کو قبول کر لیں تو وہ آزاد ہو جاتے ہیں ان کو مشرکین کی طرف واپس نہیں بھیجا جائیگا۔

(ب) غلاموں کی واپسی کی بات حدیبیہ کے موقع پر پیش نہیں آئی بلکہ یہ غزوہ طائف کا واقعہ ہے، فأهل السِّيَرِ متفقونَ علىٰ أنّ هٰذهِ القصّة وقعت فى غزوة الطائف ولم يذكر أحدٌ من أهلِ السِّيرِ هٰذه القِصَّة فى الحديبية اس واقعہ کا وقوع حدیبیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں ہونا کیوں غلط ہے اس کی تین وجہ ہیں (۱) تمام اہل سیر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کفار کے غلام غزوہ طائف ہی میں آئے ہیں، حدیبیہ کا کسی نے ذکر ہی نہیں کیا

(۲) اگر حدیبیہ کا واقعہ تسلیم کریں تو فقال الناس میں الناس سے مراد صحابہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ طبیعت سلیمہ اس بات کو قبول ہی نہیں کرتی کہ کبار صحابہ محض ظن کی وجہ سے ایسا کلام کریں جو حضور ﷺ کی انتہائی ناراضگی کا سبب بنے نیز آپ ﷺ نے کبھی بھی صحابہ کے لئے یا معشر قریش کا لفظ استعمال ہی نہیں فرمایا اور نہ ہی صحابہ پر اتنے غصہ کا اظہار کرتے تھے، جیسا کہ اسید بن حضیرؓ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہود کی مخالفت کرتے ہوئے حالت حیض میں وطی کیوں نہ کرلیا کریں تو آپ ﷺ کو غصہ تو آیا لیکن اتنے عتاب کا اظہار نہیں فرمایا۔

(۳) حدیث میں لفظ یوم الحدیبیة راوی حدیث حضرت علیؓ سے منقول نہیں ہے بلکہ بعض رواۃ کی تفسیر ہے جس کی دلیل یعنی یوم الحدیبیۃ میں لفظ یعنی ہے اور دوسری روایت میں بھی طائف ہی کی صراحت ہے۔ (ج) فقال ناس سے مراد نومسلم صحابہ ہیں جن سے ایسے کلام کا صدور ممکن ہے (السح المحمود ص ۱۱۸ ج ۹)

(د) اسباب عتق العبد ان: أمّا سبب العتق المثبت له فقد يكون دعوى النسب، وقد يكونُ المِلكُ في القريبِ وقد يكون الاِقرار بحرية عبدانسان حتى لوملكه عَتَقَ، وقد يكون بالدخول في دارالحرب، فأنّ الحربيَّ لو اشترىٰ عبدًا مسلمًافدخل به الىٰ دارالحرب ولم يشعر به عتق عند أبي حنيفة، وكذا زوال يده عنه، بأن هرب من مولاه الحربيِّ الى دارِالاسلام وقد يكون باللفظ المخصوص للاعتاق، وهو نفسه ركن الاعتاق الفظيّ الانشائيّ: (القول المحمود ص ۱۷)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۶۸

(٦) سوال: عن نافع عن ابن عمر ان غلاما لابن عمر ابق الی العدو فظھر علیہ المسلمون فردّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابن عمر ولم یقسّم

ابوداؤد نے اس حدیث کو باب المال یصیبہ العدو من المسلمین ثم یدرکہ صاحبہ فی الغنیمۃ کے تحت نقل کیا ہے، اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے اور کس طرح تحریر کیجئے: (ب) اس مسئلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کی دلیل نیز جو دلیل ان کے خلاف ہے اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

(جواب الف) اس باب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے اموال پر غالب آجائیں پھر مسلمانوں کا ان پر غلبہ ہو اور وہ مال کفار کے قبضے سے پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں تو اس کو مال غنیمت میں شمار کیا جائیگا یا صاحب مال کو دے دیا جائیگا اس میں ائمہ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف ایک اصولی مسئلہ پر مبنی ہے اور وہ اصولی مسئلہ یہ ہے کہ استیلاء کفار سبب ملک ہے یا نہیں:

(ب) اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ استیلاء کفار سبب ملک ہے یا نہیں، اس مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر کفار دارالاسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں اور اس کو دارالحرب نہ لیجائیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہونگے، یعنی اگر مسلمان اس پر غالب آجائیں تو وہ مال اس کے مالک کو واپس کردیا جائیگا بالاتفاق:

اور اگر وہ دارالحرب منتقل کرلیں تو وہ اس مال کے مالک ہونگے یا نہیں اس میں ائمہ کرام کے مابین زبردست اختلاف ہوگیا اصل اس مسئلہ میں تین مذھب ہیں، (۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہونگے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مسلمانوں کی ملکیت بدستور باقی رہے گی چنانچہ وہ مال جب بھی مسلمانوں کے پاس آئیگا تو اس کے مالکان کی طرف واپس کیا جائیگا تقسیم بین المجاہدین نہیں ہوگا۔

(۲) امام مالکؒ ولیث اور فقہاء سبعہ کا مذھب یہ ہے کہ کفار قبضہ کرتے ہی مالک ہو جائینگے احراز کی کوئی قید نہیں ہے پھر اگر مسلمان اس مال پر غالب آجائیں تو مالک قدیم تقسیم بین المجاہدین سے قبل بغیر قیمت کے لے سکتا ہے اور تقسیم کے بعد قیمت دے کر لے سکتا ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کی اصل روایت یہ ہے کہ مشرکین مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں اور اس کو دارالحرب منتقل بھی کرلیں تو وہ اس مال کے مالک ہو جائیں گے تفصیل کے لئے دیکھیں بذل ۲۲/۴۔ اوجز المسالک ۵۰/۴۔ فتح الباری ۲۲۶/۶

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل، آیت قرآنی ہے لِلْفُقَرَاءِ المهاجرين الّذين أخرجوا من ديارهم و أموالهم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء قرار دیا ہے حالانکہ مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام صاحب ثروت اور مالدار تھے کفار کے ان کے اموال پر غلبہ کی وجہ سے فقراء قرار دیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ استیلاء کفار کی وجہ سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اگر کفار کی ملکیت ثابت نہ ہوتی تو ان کو فقراء کہنا صحیح نہ ہوتا۔

(۴) عقلی دلیل یہ ہے کہ ملکیت نام ہے کسی چیز پر تصرف کامل کی قدرت کا پایا جانا، اور جب کفار اس مال کو دارالحرب لے گئے تو مالک کا اس مال سے انتفاع ممکن نہ رہا تو ملکیت بھی باقی نہ رہی بلکہ زائل ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ جب ایک مسلمان مالک کی ملکیت ختم ہوگئی تو کفار اس کے مالک ہو جائیں گے۔ (ارشح المحمود ص ۱۱۲ ج ۹۔ بدائع الصنائع ۱۰۸/۶)

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث باب ہے

جواب امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابھی احراز نہیں پایا گیا تھا اس لئے اصل مالک کی طرف واپس کردیا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۶۹

(۷) سوال: عَنْ عبدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قال دُلّیَ جرابٌ مِن شَحمٍ یَوْمَ خیبرَ، قال فأتیتُه فالتزمتُه، قال ثُمَّ قُلْتُ لا أُعطی مِن ھٰذا أحدًا الیوم شیئًا قال فالتفتُّ فإذا رسولُ اللّٰہ ﷺ یَتَبَسَّمُ إلَیَّ:

(الف) عبارت بااعراب لکھکر ترجمہ ومطلب بیان کیجئے

(ب) مجاہدین کو مال غنیمت سے قبل التقسیم کس طرح کی چیزوں کا استعمال جائز ہے اس کو تفصیل سے لکھئے؟

(جواب الف) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن ایک چڑے کی تھیلی لٹک رہی تھی، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں میں اس کی طرف بڑھا اور اس کو اپنے سے چمٹالیا، اور (دل ہی دل میں) کہا کہ آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دونگا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے مجھے دیکھ کر!

مطلب: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر کسی یہودی نے چربی سے بھری تھیلی قلعہ کے اوپر سے پھینکی، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی اس پر نگاہ پڑی تو وہ کسی چیز میں اٹک کر لٹک گئی تھی انہوں نے اس تھیلی کو جلدی سے اٹھایا اور اپنے بدن سے چمٹالیا، جب آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا تبسم کی اصل وجہ یہ تھی کہ دیکھو یہ لوگ بھوک سے کس قدر پریشان ہیں کہ تھوڑا سا صبر بھی نہیں ہو رہا ہے)

(ب) فتح القدیر میں حافظ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ مشرکین کی زمین میں اگر مسلمان مجاہدین کو مال حاصل ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں، (۱) مطعومات کی قبیل سے ہو (۲) غیر مطعومات کی قبیل سے ہو۔ پھر اگر مطعومات کی قبیل سے ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) یا تو اس کو علاجاً کھایا جاتا ہوگا (۲) یا غذاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اب اگر اس مطعومات کو صرف علاجاً ہی کھایا جاتا ہے تو مریض کے لئے کھانا درست ہوگا عام لوگوں کے لئے تقسیم سے پہلے درست نہیں ہے۔اور اگر اس کو غذاء کھایا جاتا ہے خواہ وہ پکی ہوئی چیز ہو جیسے روٹی یا پکی نہ ہو جیسے گائے بکری وغیرہ تو ضرورت کے وقت عام لوگ بھی تقسیم سے پہلے استعمال کر سکتے ہیں اور اگر وہ قسم ثانی غیر مطعومات کی قبیل سے ہے تو تقسیم غنائم سے پہلے استعمال کرنا درست نہیں ہے البتہ اگر کسی مجاہد کو اس کی اشد ضرورت پڑ جائے مثلاً تلوار کی ضرورت پڑ جائے تو اس کو استعمال کی اجازت ہے لیکن استعمال کرنے کے بعد غنیمت میں واپس کر دیگا

تمام فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ بقدر ضرورت دارالحرب میں امام کی اجازت کے بغیر کھانا تو جائز ہے البتہ بیچنا جائز نہیں ہے (اسح المحمود ص ۱۲۰ ج ۹ ربذل ۴ ص ۲۸ رحاشیہ ابی داؤد

ابوداؤد شریف ص ۳۷۱

(۸) سوال: عن عُمرَبن الخطاب عَنِ النبی ﷺ قال اِذاوَجد تُم الرَّجل قدْ غلّ فأحرِقُوا متاعَهُ وَضرِبُوهُ، قالَ فَوجدْنَا فِی متاعِهِ مُصحَفًا فسأَلَ سَالِمًاعَنهُ، فقال بِعْهُ وَتصدَّق بِثمَنِهِ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے، (ب) بتائیے کہ کیا اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا، اس سلسلہ میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے اور راجح قول کیا ہے تحریر کریں۔

(جواب الف) حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم ایسے کسی شخص کو پاؤ جس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہو تو اس کا سامان جلا دو اور اس کی پٹائی کرو، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان میں مصحف (بھی) پایا، پھر مسلمہ نے سالم سے اس کے متعلق پوچھا تو سالم بن عبداللہ نے کہا اس کو بیچ دو اور اس کا ثمن صدقہ کر دو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب: اس حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرے اس کے سامان کو جلا دیا جائیگا لیکن یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں صالح بن محمد ضعیف ہیں، امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے، امام نسائی نے لیس بالقوی کہا ہے۔

(ب) اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جائیگا یا نہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہے: یعنی غلول کرنے والے کے سامان کو جلایا جائیگا یا نہیں؟

امام ابوداؤد امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرے اور اس کا خیانت کرنا معلوم ہو جائے تو اس کے سامان کو جلا دیا جائیگا اور اس کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا، یہی مسلک امام اوزاعیؒ اور مکحول کا بھی ہے

دلیل: یہ ہی حدیث باب ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے جلانے کا حکم دیا ہے اور سزا دینے کا حکم دیا ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے مال کو جلایا نہیں جائیگا اور نہ ہی اس کو غنیمت میں سے اس کے حصہ سے محروم کیا جائیگا بلکہ امام اسکو تعزیر کریگا تعزیر بھی اتنی کہ کسی حد شرعی کو نہ پہنچیں یعنی چالیس کوڑوں سے کم تعزیر کریگا کیونکہ اس میں شریعت کی طرف سے کوئی حد مقرر نہیں ہے، (بذل ص ۴/۳۴۴)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: حضرت زید بن خالد جہنی کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے غال کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمادیا تھا لیکن روایت میں اس کے سامان کو جلانے کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ہے اگر جلانا ضروری ہوتا تو آگے اس کے سامان کو جلانے کا حکم فرماتے

(۲) حضرت جابرؓ کی حدیث ہے: لیس فی الغلول قطع و لا نکال اس کے علاوہ بھی وہ تمام روایات جن میں جلانے کا کوئی ذکر نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کی مستدل ہیں راجح قول یہ ہی ہے کہ اسکے سامان کو جلایا نہیں جائیگا اور یہ ہی جمہور کا مسلک ہے: امام احمد کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس میں صالح بن محمد ہیں جو ضعیف ہیں امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا بالکل غلط ہے بلکہ یہ سالم کا قول ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۷۴

(۹) سوال: عَنْ أبی هریرةؓ قال :قدمتُ المدینةَ ورسول اللّٰهِ ﷺ بخیبرَ حینَ افتتحَها، فسألتُهُ أن یُسهِمَ لِیْ، فتکلَّم بَعْضُ وُلدِسعیدِ بنِ العاصِ فقال: لاتُسْهِم لهٗ یارَسُول اللّٰهِ ﷺ قال فقلتُ : هٰذاقاتلُ ابنِ قوقلٍ فقال سعیدُ بنُ العاص :یا عجبا لِوَبَرٍ قَدْ تدلّی علینا مِنْ قُدُومِ ضالٍّ،یُعیرُنی بِقَتلِ اِمْرَءٍ مُسلمٍ أکرَمهُ اللّٰه تَعالیٰ علیٰ یدیَّ،ولَم یُهنی علیٰ یدیْهِ.

(الف) عبارت پا اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے:۔(ب) حدیث پاک سے مفہوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح کے بعد جو صحابی آپ ﷺ سے مال غنیمت میں شرکت چاہتے تھے آپؐ نے ان کو شریک غنیمت نہیں کیا مگر دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ اور دوسرے اصحاب سفینہ کو آپ ﷺ نے شریک کیا اس تضاد کو رفع کیجئے۔

(جواب الف) حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر ہی میں تھے تو میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے بھی غنیمت میں سے حصہ دیجئے ،اس پر سعید بن عاصؓ کے کسی صاحبزادے (مراد ابان بن سعید ہیں) نے کہا کہ یارسول اللہ ابوھریرہؓ کو حصہ نہ دیجئے ،حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے سعید بن العاص نے کہا کہ تعجب ہے ایک ایسے وبر پر جو ضال پہاڑ کی چوٹی سے اتر آیا ہے اور مجھے ایک ایسے مسلمان کے قتل کے بارے میں عار دلاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت دی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

مطلب: اس روایت کی وضاحت فتح الباری ۳۴۳/۷ پر مسند احمد کے حوالے سے یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لکھی گئی ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ نے کہا کہ میں اپنے یہاں سے جب آیا تو اس وقت آپ ﷺ خیبر روانہ ہو گئے تھے چنانچہ میں مدینہ سے خیبر ہی کی طرف چلا گیا اور جا کر دیکھا تو خیبر فتح ہو چکا تھا اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ میں نے غنیمت سے حصہ طلب کیا تو ابان بن سعید نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کو حصہ نہ دیجئے کیونکہ یہ لڑائی میں شریک نہیں تھے اس پر ابوھریرہؓ نے کہا یہ ابان جو مجھے حصہ دینے سے منع کر رہا ہے یہ تو ایک صحابی کا قاتل ہے یعنی اس نے تو قوقل کو قتل کر رکھا ہے کیونکہ ان کو جنگ بدر میں شہید کیا ابان بن سعید نے کہا کہ ایسے شخص کو تو خاموش رہنا چاہئے، حضرت ابو ہریرہؓ اپنے اس کلام سے ابان بن سعید کو عار دلا رہے ہیں تو ابان بن سعید نے جواب دیا کہ اس میں عار کی کیا بات ہے بلکہ اس میں تو میرے لئے عزت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن قوقل کو میرے ہاتھوں شہید کروا کے عزت بخشی ہے جس شخص کے ہاتھوں اللہ کسی کو عزت عطاء فرمائے وہ شخص خود معزز ہوتا ہے، البتہ اگر ابن قوقل اس دن مجھے قتل کر دیتے تو میرے لئے شرم کی بات ہوتی کیونکہ اس وقت میں مسلمان نہیں تھا (السمح المحمود ۱۵۸/۹)

(ب) ۱۔ حضور ﷺ نے اصحاب سفینہ کو غنیمت سے حصہ نہیں دیا بلکہ خمس میں سے دیا تھا۔ ۲۔ اور اگر اصل غنیمت سے حصہ دیا ہے تو تمام مجاہدین کی رضامندی سے دیا ہوگا۔

۳۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اصحاب سفینہ جس وقت خیبر پہنچے ہوں تو خیبر کی فتح مکمل نہ ہوئی ہو بلکہ بعض قلعے فتح ہو گئے ہوں اور بعض باقی ہوں لہذا اب یہ کہنا پڑیگا کہ اصحاب سفینہ خیبر کے دارالاسلام بننے سے پہلے ہی آ گئے تھے۔ (السمح المحمود ص ۱۵۹۔ بذل ۴/۴۱)

ابوداؤد شریف ص ۳۷۵

(۱۰) سوال: عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسولَ اللّٰهِ ﷺ أَسهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلٰثَةَ أَسْهُمٍ سَهمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ:.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث بالا کا ترجمہ و مطلب با اعراب لکھئے:۔ (ب) راجل اور فارس کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے (ج) روایت مذکورہ امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہے تو امام صاحبؒ کے دلائل لکھئے نیز حدیث مذکور کی توجیہ قابل قبول بیان کیجئے:

(جواب الف) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ایک شخص کو مع اس کے گھوڑے کے تین حصے دیئے ایک اس شخص کا اور دو حصے گھوڑے کے۔

مطلب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں آپﷺ نے فارس کو تین حصے دیئے، ایک حصہ مجاہد کا اور ۲ حصے اس کے گھوڑے کے

(ب) اگر مجاہد راجل (پیدل) ہے تو اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس کو ایک حصہ دیا جائیگا اور اگر مجاہد فارس (گھوڑے کے ساتھ) ہے تو اس کے حصہ دینے میں فقہاء کے مابین زبردست اختلاف ہے امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اوزاعی وغیرہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ فارس کو تین حصے ملیں گے ایک خود مجاہد کا اور دو حصے گھوڑے کے:۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ فارس کو دو حصے ملیں گے ایک حصہ مجاہد کا اور ایک اس کے گھوڑے کا۔

فریق اول کی دلیل۔ حدیث باب ہے: عن ابن عمرؓ الخ۔ فریق ثانی کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے اِنَّ رسول اللّٰہ ﷺ جَعَل لِلفَارِسِ سَهْمَين وَلِلرَّاجِلِ سهمًا: الفتح المحمود ۹/۶ ۱۷۔

(ج) روایت مذکورہ امام ابوحنیفہؒ کے مخالف ہے دلیل ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے ابن عمر سے تخریج کی ہے اِنَّ رسول اللّٰہ ﷺ جعل للفارس سهمين وللراجل سهماً

۲۔ بخاری شریف باب سہام الفرس میں ہے اِنَّ علیه السلام جعل للفرس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سھمین ولصاحبہ سھماً۔ اورکتاب المغازی میں ہے قَسَّمَ النبیؐ یوم خیبر لِلْفَرَسِ سھمین وللرّاجل سھماً: ان دونوں روایتوں کے صحیح معنیٰ یہ ہے کہ للفرس سھمین للفرس مع صاحبہ کے معنیٰ میں ہے اوراس کی دلیل یہ ہے کہ فرس کو دوسری روایت میں راجل کے مقابلے میں لایا گیا ہے معلوم ہوا کہ فرس سے مراد فارس ہے۔اور سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ حدیث الباب اوراس کے ہم معنیٰ روایات نفل اور تشجیعی انعام پر محمول ہیں غزوۂ خیبر دشوار غزوہ تھا اس لئے آپؐ نے ہمت افزائی کے طور پر فرس کو دو سہم دیئے تھے اس طرح تمام روایات پر عمل ہوجاتا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۳۷۸

(۱۱) سوال: عن حبیب بن مَسْلَمَةَ الفهریّ یقول شهدتُ النبیَّ علیہ وسلّم، نَفَّلَ الرُّبُعَ فی الْبُدْأَةِ وَالثُّلُثَ فی الرَّجْعَةِ:

(الف) نفل کا مطلب تحریر کریں بتلایئے کہ یہ حکم پورے لشکر کے لئے ہے یا اس میں سے کوئی سریہ ہو اس کے لئے ہے (ب) یہ حکم امام کے اعلان پر موقوف ہے یا عام ہے۔

(ج) اور یہ ثلث اور ربع بعد الخمس ہے یا بدون الخمس (د) حدیث کا مطلب جس سے فی البدأۃ والرجعۃ واضح ہوجائیں تحریر کریں:

(جواب الف) نفل کے معنیٰ ہے زیادتی، ہبہ، غنیمت کو بھی نفل کہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے عطیہ اور ہبہ ہے، نفل نام ہے امام کا کسی جماعت کو اس کی مشقت اور کوشش کی وجہ سے اس کے حصّہ سے زیادہ مال دینا، پھر بعض اوقات لڑنا بہت ہی محنت کا کام ہوتا ہے اس میں زیادہ سعی اور زیادہ کوشش کرنی پڑتی ہے اور بعض اوقات میں محنت کم کرنی پڑتی ہے اس لئے امام محنت اور مشقت کو دیکھ کر ہی نفل دیتا ہے۔

حکم التنفیل عامٌ یہ حکم پورے لشکر کے لئے ہے کسی سریہ کہ ساتھ خاص نہیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

إن حكم التنفيل ليس بمختص بسرية خرجت من العسكر بل هو يعم جميع العساكر۔ القول المحمود ص ۲۷

(ب) یہ حکم امام کے اعلان پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر امام کسی کو اعلان کے بغیر دینا چاہے تو دے سکتا ہے أن هذا الحكم ليس بمتوقف على إعلام الامام بل يختار الامام أن ينفل من شاء على فعله وان لم يعلن: القول المحمود ص ۲۷۔

(ج) (۱) امام شافعیؒ کے نزدیک خمس الخمس جو امام کا حصہ ہے اس سے نفل دیا جائیگا (۲) امام مالکؒ کے نزدیک خمس سے دیا جائیگا (۳) امام اعظمؒ کے نزدیک اربعۂ اخماس سے نفل دیا جائیگا (۴) امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر اعلان کردیا کہ خمس کے بعد نفل دیا جائیگا تو خمس کے بعد ہی دیا جائیگا، ورنہ اصل غنیمت سے دیکر باقی مال کو سب پر برابر برابر تقسیم کردیا جائیگا، اور جس کو نفل دیا ہے اس کو اصل غنیمت سے بھی حصہ دیا جائیگا۔ (د) حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا معمول یہ تھا کہ فوج جب کسی قوم سے غزوہ کے لئے چل پڑتی تو اگر کسی مصلحت کی وجہ سے فوج کے کسی ٹکڑے اور سریہ کو کسی جگہ قتال کے لئے بھیجتے تو غزوہ کے لئے ابتداء خروج میں بھیجتے وقت نفل چوتھائی بعد الخمس دیتے تھے اور فوج کی واپسی کے وقت کسی سریہ کو روانہ کرتے وقت تو تہائی یعنی ابتداء کے مقابلہ میں زیادہ انعام دیتے تھے، اس لئے کہ نفل تحریض اور ابھارنے کے لئے ہوتا ہے، تو چونکہ ابتداء میں نشاط اور قوت ہوتی ہے اس لئے تحریض کی ضرورت کم ہوتی ہے اور غزوہ سے فراغت کے بعد لوٹتے ہوئے چونکہ ضعف آجاتا ہے اور عموماً زخم وغیرہ بھی آجاتے ہیں اور سارے لوگ گھر واپس آتے ہیں اس وقت دوسرے محاذ پر مقابلے اور قتال کے لئے جانے میں نفس پر زیادہ بار آتا ہے اس لئے زیادہ ابھارنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ایسے موقع پر انعام میں اضافہ فرماتے تھے اور ثلث دیتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۷۸

(۱۲) سوال: عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جدّہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: المسلمون تتکا فأ دماءُ هُم یسعی بِذِمّتِهِم أدناهم، یُجیر علیهم أقصاهم، وَهُم یَدٌ علیٰ مَن سِواهم یرِدُ مُشِدُّهم علیٰ مُضعِفِهِم ومتسرّیهم علیٰ قاعِدِهِم لا یُقتَلُ مؤمنٌ بِکافِرٍ ولا ذُو عهدٍ فی عهدِهٖ، ولَم یَذکُر بنُ اسحٰق القود التکافی

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں اور مطلب تحریر کریں (ب) ویُجیر علیهم أقصاهُم کے مفہوم میں اگر اختلاف ہو تو اس کو بیان کریں (ج) اسی طرح وَلا یقتلُ مؤمنٌ بِکافِرٍ میں اگر ائمہ کا اختلاف ہو تو وضاحت فرمائیں۔ (د) خط کشیدہ عبارت کا مطلب بیان کیجیے۔

(جواب الف) عمرو بن شعیب سے اور وہ اپنے والد سے اور شعیب اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں، ادنی مسلمان امن دے سکتا ہے (اور اس کے امن کو پورا کرنا ضروری ہے) دور کا رہنے والا پناہ دے سکتا ہے (اگر چہ اس سے نزدیک والا موجود ہو) ہر ایک مسلمان دوسرے کی مدد کرے اپنے مخالفین کے خلاف، زور آور سواریوں والے کمزور سواریوں والوں کے ساتھ رہیں، اور جب لشکر میں سے ٹکڑے نکالے جائیں اور وہ مال لائیں تو لشکر والوں کو بھی اس میں شریک کرلے، مسلمان کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے، اور نہ ہی ذمی کو اس کے عہد کے وقت قتل کیا جائے، اور ابن اسحاق نے قود اور تکافی کا ذکر نہیں کیا ہے

مطلب: المسلمون تتکا فأ دمَاءُ هُم: یعنی تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قصاص میں ہو یا دیت میں شریف اور وضیع کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ اگر شریف یا اونچے خاندان کا کوئی شخص جرم کرتا تو اس کو سزا ہی نہ دی جاتی تھی اور اگر کوئی وضیع کم درجے کا جرم کرتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی اسلام نے اس کی تفریق کو ختم کردیا

یسعیٰ بذمتهم أدناهم: ادنی مسلمان امن دے سکتا ہے یہاں پر ادنی کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک تو عدد کے اعتبار سے ادنی یعنی کم اور دوسرے حیثیت کے اعتبار سے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر ایک شخص بھی امان دیدے تو اس کے امان کو پورا کیا جائیگا :۔ دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر کم حیثیت کا آدمی مثلاً غلام یا عورت کسی کو پناہ دے تو اس کو تمام مسلمان پورا کرینگے۔

ویجیر علیهم أقصاهم: دور کا رہنے والا مسلمان پناہ دے سکتا ہے اگر چہ نزدیک والا موجود ہو، مثلاً زید کے برابر میں ایک کافر کا گھر ہے اور عمر کا گھر زید سے دس مکانوں کے فاصلے پر ہے تو عمر کو حق ہے کہ اس کافر کو پناہ دے دے جو زید کے برابر میں رہتا ہے، اگر چہ عمر اس سے کافی دور ہے،

وَهُم یَدٌعلیٰ مَن سِواهُم: ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اگر کافروں کے خلاف مسلمانوں سے لڑائی کی اپیل کی جائے تو سب مسلمانوں کو جانا ضروری ہے اور جب مدد مانگی جائے تو ایک دوسرے کو مدد دینا ضروری ہے۔

یَردُمُشِدُّهم علیٰ مضعفهم: اس جملے کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ جنگ میں کچھ لوگ طاقتور ہوتے ہیں اور کچھ کمزور وضعیف تو طاقتوروں کو جو غنیمت ملے اس میں کمزور بھی شامل ہونگے دوسرا مطلب یہ ہے کہ مُشِدٌّ سے مراد وہ شخص ہے جس کی اونٹنی اور سواری اچھی ہو اور مضعف سے مراد وہ شخص ہے جس کی سواری کمزور ہو۔ اب معنی یہ ہونگے کہ جن کی سواریاں اچھی اور تیز چلنے والی ہوں ان کو کمزور سواریوں والوں کے ساتھ رہنا چاہیئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ومُتسریهم علیٰ قاعدِهم متسریهم سے مراد سریہ میں جانے والے ہیں، اور قاعدہم سے مراد جیش والے ہیں جو دارالحرب میں مقیم ہوں۔ اور مطلب یہ ہے کہ سریہ میں جانے والے حضرات جو غنیمت لیکر آئیں اس میں سے دارالحرب میں مقیم لشکر کو بھی اس کا حصہ دیا جائیگا:

لا یقتل مؤمن بکافر ولا ذوعهد فی عهده مؤمن کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے، اور نہ ہی ذمی کو اس کے عہد کے وقت میں۔

(ب) قال صاحب (بذل المجهود) أئیی : یجیر علی المسلمین اقصاهم فی الرتبة کا العبد الماذون فی القتال ،فا الأدنی کا الأعلیٰ یعطی الأمان لمن شاء او معناه أن بعض المسلمین وان کان قاضی الدار عن بلاد الکفر اِذا عقدّ للکافر عقداً فی الأمان لم یکن لأحدنقضه وإن کا ن أقرب داراً من المعقود له ،حاشیه ابی داؤد،

(ج) لا یقتل مؤمن بکا فر الخ: اس عبارت میں دو جز ہیں ایک لا یقتل مؤمن بکافر اور دوسرا جزء ہے ولاذو عهد فی عهده: اب فقہاء کرام کے درمیان اس عبارت کو سمجھنے میں اختلاف ہو گیا ہے کہ اس عبارت کے یہ دونوں جزء الگ الگ ہیں کہ دوسرے جملے کا پہلے جملے سے کوئی تعلق نہیں یا دونوں جز الگ الگ نہیں ہے ایک ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو جملے ہیں اور پہلے جملے یعنی لا یقتل مؤمن بکا فر کا دوسرے جملے ولا ذو عهد فی عهدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دونوں جملوں میں باہم ربط ہے جو حکم پہلے جملے لا یُقتل الخ کا ہے وہ ہی حکم ولا ذو عهد الخ کا ہے۔ ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ اگر کسی مسلمان نے حربی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں مسلمان قاتل کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائیگا لیکن اگر کوئی مسلمان ذمی کو قتل کر دے تو مسلمان قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائیگا یا نہیں۔ اب جو حضرات دونوں جملوں کو الگ الگ مانتے ہیں تو وہ کہتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں مسلمان قاتل کو ذمی کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائیگا اور جو حضرات دونوں جملوں کو باہم مربوط مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان قاتل کو ذمی کے قصاص میں قتل کیا جائیگا۔ فریق اول کی دلیل: لایقتل مؤمن بکافر الخ میں کافر سے مراد عام کافر ہے خواہ وہ حربی ہو یا ذمی ہو یا مستامن ہو یا معاہد ہو کسی کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائیگا۔ فریق ثانی کی دلیل! قال قتل النبی ﷺ مسلما بمعاہد وقال ﷺ أنا أحق من وفی بذمتہ۔

(د) ولم یذکر ابن اسحق الخ کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کو عمرو بن شعیب سے ابن اسحق اور یحی بن سعید نقل کرتے ہیں لیکن یہ الفاظ یحی بن سعید کے ہیں ابن اسحق کی روایت اس روایت سے کم ہے اور اس میں دو جملے نہیں ہیں ایک تو قود یعنی لایقتل مؤمن بکافر الخ اور ایک المسلمون تتکأ فأدمائھم"

ابوداؤد شریف ص ۳۷۸

(۱۳) سوال: قال رسول اللہ ﷺ الخ

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے (ب) امان دینے کے شرائط کیا ہیں (ج) لایقتل مؤمن بکافر سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائیگا اگر یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہو تو قابل قبول جواب دینے کی سعی کریں

(جواب الف) سوال نمبر ۱۲ میں گزر گیا ہے

(ب) صحت امان کے لئے عقل، اور اسلام شرط ہے لہذا صبی، مجنون، اور کافر کی امان صحیح نہیں ہے اور حریت صحت امان کے لئے شرط نہیں ہے لہذا عبد ماذون فی القتال کی امان بالاجماع صحیح ہے۔

(ج) اس حدیث کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ لا یقتل مؤمن بکافر اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ولا ذو عہد فی عہدہ دونوں جملے الگ الگ نہیں ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے باہم مربوط ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا جملہ معطوف علیہ ہے اور دوسرا جملہ معطوف اب ولا ذو عہد کا عطف بکافر پر تو ہو نہیں سکتا ہے کیونکہ اگر بکافر نہیں تو اس کو منصوب یعنی ذی عہد ہونا چاہئے تھا تو لامحالہ مؤمن پر عطف مانیں گے اور عبارت یوں ہوگی لا یُقتل مؤمن بکافر ولا ذو عهد فی عهده بکافر اور کافر سے مراد حربی ہوگا کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے لہذا اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان کو کافر حربی کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اور ذو عہد کو بھی کافر حربی کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے (السمح المحمود ص ۱۹۹ ج ۹)

ابوداؤد شریف ص ۳۸۵

(۱۴) سوال: عن سمرة بن جندب أمّا بعد! قال رسول الله ﷺ: مَن جَامَعَ المشرکَ وَسَکَنَ مَعَهُ فإِنَّهُ مثلُه:

(الف) حدیث کا ترجمہ ومطلب بیان کیجئے (ب) فإنّه مثلُه کی ایسی توجیہ کیجئے کہ اہل حق کے مسلک کے خلاف نہ ہو (ج) نیز فرمائیے کہ حضرت امام ابوداؤدؒ سمرہ بن جندب کی حدیث میں اُمّا بعد سے کس چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہیں سمجھ کر تحریر فرمائیں۔

(جواب الف) حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مشرک کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کرلے وہ اسی کے مثل ہے۔

اس حدیث شریف کا آسان مطلب یہ ہے کہ جو شخص مشرکین کے ساتھ رسوم و عادات؟ شکل وصورت، رہن وسہن، اور دیگر چیزوں میں موافقت کرے تو قریب ہے کہ وہ بھی مشرک ہوجائے کیونکہ صحبت کا ایک غیر معمولی اثر ہوتا ہے اچھے لوگوں کی صحبت انسان کو اچھا بنادیتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت انسان کو برا بنادیتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)فانّه مثله اس میں سکونت مع المشرک پر مرتب ہونے والے اثر اور نتیجہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جوار اور صحبت کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ یہ بھی اس کے مثل ہوجائے اس لئے کہ آدمی جس ماحول میں رہتا ہے اس کا خاص اثر پڑتا ہے اسی لئے فساق کی مجلس سے روکا گیا ہے اور ابرار کی مجلس میں شرکت کی ترغیب دی گئی ہے۔

یہ تغلیظ اور تشدید پر محمول ہے تاکہ لوگ مشرک کی صحبت سے علیحدہ رہیں اور ان سے نفرت رکھیں۔

اس حدیث شریف سے یہ اصول مترشح ہوتا ہے کہ دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام چلے جانا چاہئے، جہاں شرائع اسلام کو آزادی سے پورا کیا جاسکے:

فا نه مثله : ای یقارب أن یصیر مثلا له لتاثیر الجوار والصّحبَة و یحتمل أنه تغلیظ وحمله علی الظاهر بعید واللّٰه اعلم : قال بعض العلماء هٰذا محمول علیٰ موضع به یجب فیه الهجرة دون ما یستحب فیه ، او محمول علی التشدید مطلقًا (حاشیه ابی داؤد ص ۳۸۵)

(ج)أما بعد : سمرہ بن جندبؓ نے اپنے بیٹوں کو ایک نوشتہ لکھ کر بھیجا تھا جس میں أما بعد کہکر حدیثیں بیان کی تھیں، جن میں سے چھ حدیثیں ابوداؤد میں ہیں اور چونکہ یہ روایت دوسری سندوں سے بھی مروی ہے اسلئے امام ابوداؤدؒ امتیاز کے لئے أما بعد بڑھادیتے ہیں:۔

ابوداؤد شریف ص ۳۸۷

(۱۵) سوال: عَنْ أبِي حُمَيد الرعينيُّ قال أخبَرَنِي يَزِيدُ ذو مصرقال أتيتُ عتبةَ ابنِ عبدِ السَّلَمِيَّ فقلتُ: يَا ابا الوليد اِنّي خَرجتُ أَلْتَمِسُ الضحايا، فَلَمْ أجدْشيئاً يُعجِبُنِي ،غَيْرَ ثَرماء فكرِهتُها ،فما تقول فقال : أفلا جِئْتَنِي بها ،قلتُ سبحان اللّٰه تَجوزُ عَنكَ وَلا تجوز عَنّي ،قال : نعم ،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أنک تشکُّ وَلا أشکُّ ، إنّما نهی رسول اللّٰه ﷺ عن المصفرة ، والمستأصَلة ، والبخقاء ، والمشیّعة والکسراء .

(الف) حدیث پاک با اعراب لکھکر ترجمہ ومطلب بیان کیجئے۔

(جواب الف) حضرت یزید ذو مصر سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں عتبہ بن عبد سلمی کے پاس آیا، اور عرض کیا کہ اے ابوالولید میں قربانی کے لئے جانور تلاش کرنے گیا تھا، تو مجھے کوئی ایسا جانور نہیں ملا جو مجھے پسند ہو، سوائے ایک ایسی بکری کے جس کے دانت گر گئے تھے، میں نے اسے اچھا نہیں سمجھا اب آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا آپ اس کو میرے پاس کیوں نہ لے آئے میں نے کہا کہ سبحان اللہ، تمہارے لئے درست ہو جائے اور میرے لئے درست نہ ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ ہاں، چونکہ تم کو شک ہے، اور مجھے اس میں شک نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف مصفرہ، متاصلہ، بخقاء مشیعہ اور کسراء کی قربانی کرنے سے منع کیا ہے (اور ثرماء کی قربانی سے منع نہیں کیا ہے)

مطلب المُصفَرۃُ اصفار از باب افعال اسم مفعول ہے معناہ خالی کرنا: مطلب یہ ہے کہ کان بالکل جڑ سے کاٹ دے جائے کہ کان کا سوراخ بالکل ظاہر نظر آنے لگے اور چونکہ کان کے سوراخ خالی ہوتے ہیں اس لئے مصفرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، مستأصلة (استفعال) کسی چیز کو جڑ سے ختم کر دینا، یہاں پر وہ جانور مراد ہے جس کے سینگ بالکل جڑ سے اکھاڑ دیئے گئے ہوں بخقاء (ف) آنکھ کا کانا ہونا، آنکھ کی بینائی کا سلب ہو جانا ہر اس آنکھ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس کی بینائی سلب ہوگئی ہو اور آنکھ بدستور باقی ہو۔ مشیعة (تفعیل) مکان تک پہنچانے کے لئے ہمراہ جانا یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے مراد وہ بکری ہے جس کے ساتھ ہنکانے والا ہو یعنی وہ ضعف کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چلنے پر قادر نہ ہو۔

کسراء (ض) بروزن حمراء اور یہ یہاں پر کسیرة کے معنی میں ہے یعنی وہ بکری جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے ہوں۔

اس حدیث شریف میں پانچ جانوروں کی قربانی کے احکام بیان کئے گئے ہیں کہ ان جانوروں کی قربانی ناجائز ہے اور مکروہ ہے اس حدیث میں ایک لفظ آیا ہے ثرماء جس کی وضاحت یہ ہے کہ جس جانور کے اتنے دانت ٹوٹ جائیں کہ اب وہ گھاس وغیرہ نہیں کھا سکتا تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ گھاس وغیرہ کھا سکتا ہے یعنی اکثر دانت موجود ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے: شامی ج ۴ ص ۴۶۹۔ الشح المحمود ج ۹ ص ۲۷۶۔

ابوداؤد شریف ص ۳۸۸

(۱۶) سوال: عن عليٍّ قال أمرَنا رسول اللهِ ﷺ أن نستَشْرِفَ الْعَينَ والأذن، ولا نُضحِّيَ بعوراء، ولا مُقابَلَةٍ، ولا مُدابرةٍ، ولا خرقاء، ولا شرقاء:

(الف) حدیث پاک کو با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں، (ب) مطلب باوضاحت لکھیں۔

(جواب الف) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو ہم اچھی طرح دیکھیں (تا کہ اس میں ایسا نقص نہ ہو کہ جس کی وجہ سے قربانی جائز نہ ہو اور یہ بھی فرمایا کہ ہم کانے جانور کی قربانی نہ کریں، اور نہ اس کی قربانی کریں جس کا کان آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہوا ہو۔ اور نہ اس جانور کی قربانی کریں جس کے کان گول پھٹے ہوں، یا لمبائی میں چرے ہوئے ہوں، (ب) أن نستشرف العين والأذن۔ استشراف، غور اور تامل کے ساتھ دیکھنا۔ یعنی آنکھ اور کان کے عیوب کو غور سے دیکھیں خرقاء جس کے کان میں گول سوراخ کر دیا گیا ہو۔ شرقاء بالمد مشقوقة الأذن طولا شرق سے ماخوذ ہے جس کا کان طولاً پھاڑ دیا گیا ہو،

"الشرقاء قيل ما قطع اذنها طولًا عضباء معناه مكسورة القرن ومقطوعة الأذن" صاحب النہایہ کہتے ہیں کہ عضب کا استعمال اذن کے مقابلہ میں قرن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مذکورہ جانوروں کی قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، اسی سوال میں عتبہ بن عبد السلمی والی روایت ہے اس کا جواب سوال نمبر ۱۵ ر میں گذر گیا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۳۸۹

(۱۷) سوال: حدثنا هارونُ بنُ عبدِ الله قال نا حمادُ بنُ مسعدة عن عوف عن أبي رَيْحَانَةَ عَن ابنِ عباس قال: نهىٰ رسولُ اللهِ صلى اللّٰهُ عليه وسلم عن مُعَاقَرَةِ الأعرابِ قَالَ ابو دَاؤدَ: غُنْدَرٌ أوقفهُ عَلىٰ ابنِ عَبّاسٍ، قَالَ ابو دَاؤدَ اِسمُ أبي رَيْحَانَةَ عبد الله بنُ مَطَرٍ

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے؟ (ب) ابوداود کے قول کی تشریح فرما کر مرفوع موقوف اور مقطوع کی تعریف کیجئے اور معاقرۃ الأعراب کی وضاحت کرتے ہوئے نہی کی علت بیان کریں۔

(جواب الف) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے معاقرۃ الأعراب (وہ جانور جن کو اہل عرب تفاخر کے طور پر کاٹتے تھے) سے منع فرمایا امام ابوداؤد نے کہا کہ غندر نے اس روایت کو حضرت ابن عباس پر موقوف کیا ہے، امام ابوداؤد نے کہا کہ ابوریحانہ کا نام عبداللہ بن مطر ہے:

(ب) قال ابوداؤد امام ابوداود یہاں سے یہ بیان فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے مرفوع ہے، لیکن غندر یعنی محمد بن جعفر اس حدیث کو موقوفاً نقل کرتے ہیں، تو گویا یہ حدیث دونوں طرح ثابت ہے موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی تو امام ابوداؤد اس حدیث کے مرفوع اور موقوف دونوں طرح ثابت ہونے کو بتلارہے ہیں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

قال ابوداؤد: دوسرے قال ابوداؤد سے ایک راوی ابوریحانہ ہیں جن کا ذکر سند میں آیا ہے ان کے اصل نام کی طرف توجہ دلادی کہ ابوریحانہ تو ان کی کنیت ہے اصل نام عبداللہ بن مطر ہے۔

مرفوع: ماانتهى الى النبى ﷺ يقال له المرفوع"

حديث موقوف: وما انتهى الى الصحابى يقال له الموقوف"

حديث مقطوع: وماانتهى الى التابعى يقال له المقطوع .

معاقرة الأعراب: معاقرة (مفاعلت) اونٹ وغیرہ کو ذبح کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کرنا، اصل میں یہ عقر سے ہے (ض) بمعنی زخم لگانا، اونٹ کے ہاتھ پیر کاٹنا،

عربوں کے یہاں دستور تھا کہ لوگ فخر کے طور پر اونٹوں کو ذبح کرتے تھے، اگر ایک شخص نے ایک اونٹ ذبح کردیا تو دوسرا شخص بھی اسی کی طرح فخر اور ریاء کے طور پر اونٹ ذبح کرتا تھا، پھر پہلا شخص ایک اونٹ اور ذبح کردیتا تھا، تو دوسرا بھی ایک اور ذبح کردیتا تھا، اس طرح آپس میں ضد رہتی تھی، یہاں تک کہ ان میں سے ایک عاجز آجاتا تھا، اور یہ سب کچھ اپنی بڑائی تکبر سخاوت کے اظہار میں ہوتا تھا، اللہ کی رضاء کا کوئی پہلو اس میں نہیں ہوتا تھا، اس لئے اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی ایسے اونٹوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا اور ایسے فعل سے منع فرمایا، کیونکہ اس میں اللہ تعالی کی تعظیم تو ہوتی نہیں تھی، بلکہ غیر اللہ کی تعظیم میں ہی سب کچھ ہوتا تھا، اور یہ "وَمَا أُهِلَّ لِغَيرِ اللّٰه" کا مصداق تھا، یہ ہی معاقرۃ الاعراب کا مطلب ہے،

علۃ النھی: نہی کی علت یہ ہے کہ یہ مقابلہ محض اراقہ دم میں ہوتا تھا نہ کہ گوشت خوری میں اور صرف اراقہ دم بغیر گوشت خوری کی نیت کے صرف تین جائز ہیں، ہدی، اضحیہ، اور عقیقہ، اور چونکہ ان صورتوں کے علاوہ میں محض اراقہ دم جائز نہیں ہے (القول المحمود ص ۳۲ حاشیہ ابی داؤد)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۹۰

(۱۸) سوال: عَن أبِي العشراء عن أبيه أنه قال :يارسولَ اللهِ ﷺ أماتكونُ الذكاة اِلّا مِنَ اللَّبَّةِ أو الحَلقِ قال: فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ لَوْ طَعَنتَ في فخذِ ها لَأجزَأَ عنكَ۔

(الف) عبارت بااعراب لکھکر ترجمہ ومطلب تحریر کریں۔

(ب) ابوداؤد نے اس حدیث کی کیا توضیح کی ہے (ج) ذبح اختیاری میں ذبح کی کیا صورت ہوتی ہے اور غیر اختیاری میں کیا تفصیل سے تحریر کریں۔

(جواب الف) ابوالعشراء سے روایت ہے کہ ان کے والد نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا لبہ اور حلق کے علاوہ میں ذکاۃ نہیں ہوسکتی آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اسکی ران پر نیزہ مارے تو بھی کافی ہے۔

مطلب اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس میں آپؐ سے سوال کیا گیا کہ کیا لبہ اور حلق کے علاوہ میں ذکاۃ نہیں ہوسکتی تو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اس کی ران پر نیزہ مارے تو بھی وہ کافی ہے پس معلوم یہ ہوا کہ فخذ (ران) میں تیر مارنا بھی ذبح کے لئے کافی ہے جب کہ خون بہہ جائے خواہ جانور پالتو ہو یا متوحش ہو، لیکن یہ بات اجماع امت اور تمام صحیح روایات کے خلاف ہے۔

(ب) قال ابوداؤد لَايَصلُحُ هٰذا الا في الْمَتَرَدِّيَةِ والْمُتَوَحِّش" امام ابوداؤد نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس کو متردیہ اور متوحش پر محمول کرلیا لیکن امام ابوداؤد کی یہ تاویل جب ہی صحیح ہوسکتی ہے، جبکہ موت کا اصل سبب زخم کرنا ہی ہو، اور اگر زخم لگانا کے بعد زندہ پکڑا اور قدرت علی الذبح کے باوجود ذبح نہیں کیا، یا اسکے ساتھ دوسرا کوئی سبب پایا گیا، تو اس کا کھانا حرام ہوگا۔ اب ہم نے صورت مذکورہ میں دیکھا کہ متردیہ جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جانور اوپر سے گرا ہے اور اس کو تیر مار دیا، تو اب یہاں دو سبب جمع ہو گئے ایک محرم اور ایک مبیح یعنی اوپر سے گرنا یہ سبب محرم ہے اور تیر مارنا سبب مبیح ہے، اور یہ ضابطہ ہے کہ جب موت کے دو ایسے سبب جمع ہو جائیں کہ ایک حلت کا تقاضا کرے اور دوسرا حرمت کا متقاضی ہو تو اس وقت سبب محرم کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ (شامی۔ ۴۷۲/۶ کراچی)

اس لئے یہاں پر متردیہ جانور کے بارے میں امام ابوداؤد کی مذکورہ تاویل مفید نہیں ہوگی کیونکہ جو جانور اوپر سے گرا ہے اور جان باقی ہے تو اس میں ذبح اختیاری ہوگا، ران (فخذ) میں تیر مارنا کافی نہیں ہوگا، رہا مسئلہ متوحش کا تو امام ابوداؤد کی مذکورہ تاویل اس کے بارے میں بالکل صحیح ہے۔ (بذل ۱۸۱/۴ المنہل العذب المورود ۳۰۵/۹)

(ج) اختیاری، وہ جانور ہے جو انسان کے قابو میں ہیں ان میں ذبح اختیاری ضروری ہے اور ذبح اختیاری کا محل لبہ اور حلق ہے **فلا یجوز الذکاۃ فیھما الا فی الحلق واللبۃ**

اضطراری، وہ جانور ہے جو انسان کے قابو میں نہیں آتے ہیں جیسے صید اور جو صید کے حکم میں ہے مثلاً گھریلو جانور یعنی بقر اور ابل وغیرہ متوحش ہو جائیں تو وہ صید کے حکم میں ہو نگے اور ذبح اضطراری میں جمیع بدن محل ذبح ہے جس کے کسی حصہ میں زخم لگا دے اور خون نکل آئے تو وہ حلال ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۳۹۱

(۱۹) سوال: عن أبی سعیدٍ قال: سألتُ رسول الله ﷺ عن جَنِینٍ. فقال کُلُوہُ اِنْ شِئتُم، وقال مُسَدَّدٌ: فَقُلنا یا رسول الله، نَنحَرُ النَّاقۃَ ونَذبَحُ البَقَرَۃَ والشَّاۃَ فَنَجِدُ فِی بَطنِھا الجَنِینَ أنُلقِیہِ أم نَأکُل. قال: کُلُوہُ اِنْ شِئتُم فَاِنَّ ذَکَاتَہُ ذَکَاۃُ أُمِّہِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) حدیث با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے (ب) حاملہ جانور کے ذبح کرنے سے جنین کا ذبح متحقق ہوگا یا نہیں اس مسئلہ میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے۔(ج) نیز یہ بتایئے کہ ائمہ کرام کا اختلاف جنین کے مردہ ہونے کی شکل میں ہے یا زندہ پیدا ہونے میں بھی۔

(جواب الف) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جنین کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاہو تو اس کو کھالو، مسدد نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنی اونٹنی کا نحر کرتے ہیں اور بکری اور گائے کو ذبح کرتے ہیں تو ہمیں اس کے پیٹ میں جنین ملتا ہے، ہم اس کو پھینک دیں یا کھالیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاہوں تو کھالو کیونکہ اس کی زکاۃ اس کی ماں کی زکاۃ ہے۔

مطلب حدیث شریف کا مطلب واضح ہے ترجمہ سے:

(ب) حاملہ جانور کے ذبح کرنے سے جنین کا ذبح متحقق ہوگا یا نہیں اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جنین کا ذبح متحقق ہوجائے گا یعنی اس کا کھانا حلال ہے، دلیل ایک تو یہی حدیث باب کلوہ اِنْ شئتم ھے ثانی ذکاۃ الجنین ذکاۃ أمه ان دونوں روایتوں سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے پہلی روایت سے تو اس طور پر کہ حضور ﷺ نے صراحۃً ارشاد فرمایا کہ تم اس کو کھالو، جو حلت کی واضح دلیل ہے اور دوسری روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ ذکاۃ الجنین ذکاۃ أمه میں نیابت کے معنی ہے یعنی ذکاۃ الأم نائبة من ذکاۃ الجنین، جیسے لسان الوزیر لسان الامیر

(۳) ذبح کی بنیاد طاقت اور وسعت پر ہے، جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہے بندے کو اس کے ذبح کرنے پر اتنی ہی قدرت ہے کہ وہ صرف اس کی ماں کو ذبح کردے کیونکہ پیٹ میں ذبح کرنا امر ناممکن ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) جنین حقیقتاً وحکماً ماں کا جزء ہے اور ماں کے تمام اجزاء کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو جنین کو بھی الگ سے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی: کیونکہ وہ تمام اجزاء کی طرح ایک جزء ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جنین کا ذبح متحقق نہیں ہوگا یعنی اس کا کھانا حرام ہے

حنفیہ کے دلائل: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ الخ: اس آیت کریمہ میں منخنقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جنین بھی منخنقہ ہے، کیونکہ جب جنین کی ماں کو ذبح کیا جائیگا تو اس جنین کا سانس بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دم گھٹ جاتا ہے، اور یہ مر جاتا ہے، اور منخنقہ نام ہی ہے اس جانور کا جو دم گھٹنے کی وجہ سے مر جائے، لہذا یہ قرآن کی اس آیت کی رو سے حرام ہے

(۲) عن أبي إبراهيم النخعي: أنه قال لايكون ذكاة نفسٍ ذكاة نفسين: اس میں صراحت ہے کہ ایک نفس کی ذکاۃ دو نفسوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اور یہاں پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ جنین بھی ایک جاندار اور نفس ہے لہذا اس کی ماں کی ذکاۃ اس کے قائم مقام نہ ہوگی۔

(۳) حضورؐ نے مردہ جنین کو اپنے ارشاد "أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ" میں داخل نہیں کیا اگر یہ حلال ہوتا تو اس کو داخل کیا جاتا۔

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے دلائل کا جواب "كلوه إن شئتم الخ: کا جواب یہ ہے کہ یہاں جنین سے مراد زندہ ہے نہ کہ وہ جنین جو ماں کے پیٹ سے مرا ہوا نکلا ہو، اور مراد یہ ہے کہ "إذا بحوا و كلوه إن شئتم" کیوں کے بعض طبیعتوں کو ایسے بچے کے گوشت کے کھانے سے کراہت محسوس ہوتی ہے، جس کی ابھی ابھی پیدائش ہو، اس لئے حضورؐ نے اِن شئتم کی قید لگادی، دوسری دلیل ذكاة الجنين ذكاة أمه کا جواب حنفیہ یہ دیتے ہیں، کہ یہ حدیث دو طریقے سے مروی ہے ایک یہ کہ بعض راویوں نے حدیث ذكاة الجنين ذكاة

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أمـه" کونصب کے ساتھ روایت کیا ہے اگر نصب والی روایت لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل میں یہ عبارت "ذکـاة الجنین کذکاة أمه" ہے اور معنی یہ ہونگے کہ جنین کی ذکاۃ بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح ماں کی ذکاۃ فرض ہے۔ اور اگر اس روایت کو لیا جائے جس میں ذکـاة أمه مرفوع ہے تو اس صورت میں بھی یہ توجیہ ہو جائے گی کہ اگرچہ یہاں پر حرف تشبیہ تو مذکور نہیں لیکن تشبیہ بلیغ ہے جس میں میں مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کیا جاتا ہے اور حرف تشبیہ کو حذف کر دیتے ہیں

تیسری دلیل کا جواب۔ انہوں نے جنین کو دوسرے اجزاء کی طرح ایک جز شمار کیا تو یہ شمار کرنا ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسرے اجزاء میں انفصال کے بعد زندہ رہنے کا وہم بھی پیدا نہیں ہوتا اور جنین بسا اوقات ماں کے ذبح کرنے کے بعد زندہ نکل آتا ہے۔

(ج) ائمہ کرام کا اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ماں کو ذبح کیا جائے اور اسکے پیٹ سے ایسا بچہ نکلا جس میں تھوڑی سی رمق باقی تھی، لیکن اتنا وقت نہ ملا کہ اس کو مستقلا ذبح کرسکے اور وہ مرگیا۔ اسی طرح اگر ماں کو ذبح کرنے کے بعد تام الخلقت مردہ نکلے ان دونوں صورتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے: (تسح المحمود ص ۹/۳۰۸)

ابوداؤد شریف ۳۹۱

(۲۰) سوال: عن أبی الملیح قالَ: قالَ نُبَیشَةُ: نادیٰ رجلٌ رسول ﷺ إنّا كنّا نَعتِرُ عَتِیرَةً فِي الجاهِلیّةِ في رَجَبٍ فَمَاتأمُرنا، قالَ اذْ بَحُوا لِلّٰهِ في أيِّ شَهْرٍ كانَ وَ بَرُّوا اللّٰهَ وأطعِمُوا، قالَ قالَ: إنّا كُنّا نفرعُ فرعاً في الجاهِلیّةِ، فَما تأمُرُنا، قالَ: في كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغذُوهُ مَا شِيتُكَ حتّى إذا استَحمَلَ، قال نصرٌ استَحمَلَ للحَجِیجِ ذَبَحتَهُ فَتَصَدَّقتَ بِلَحمِهِ

(الف) عبارت با اعراب لکھکر ترجمہ کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب لکھتے ہوئے فرع وعتیرہ کی تعریف اور حکم تحریر کریں۔

(ج) اور بتائے کہ "قال نصر استجمل لحجیج" سے امام ابوداؤد کیا کہنا چاہتے ہیں

(جواب الف) ابوملیح روایت کرتے ہیں کہ نبیشہ نے کہا کہ ایک شخص نے حضور کو آواز دی، اور کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں جانور ذبح کرتے تھے، آپ اس وقت ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو، خواہ کسی بھی مہینے میں ہو، اور اللہ کے لئے نیکی کرو، اور فقراء ومساکین کو کھلاؤ، نبیشہ کہتے ہیں کہ اس آدمی نے عرض کیا کہ ہم دور جاہلیت میں فرع ذبح کیا کرتے تھے، اب آپ اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سائمہ میں ایک

فرع ہے، جسکو تمہارا چوپایا غذا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ بوجھ اٹھانے کے لائق ہوجائے، (دوسرے راوی) نصر نے کہا کہ وہ جمل ہوجائے، اور حاجیوں کو سوار کرنے کے قابل ہوجائے، تو تم اس کو ذبح کرو۔ اور اس کا گوشت صدقہ کرو۔

(ب) اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ماہ رجب میں بتوں کی تعظیم کیلئے ایک جانور ذبح کرتے تھے تو اب آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں، یعنی ہم اس کو اسلام میں چھوڑ دے یا اس کو کریں آپ نے فرمایا اللہ کے لئے ذبح کرو کوئی بھی مہینہ ہو اور اللہ کے لئے نیکی کرو اور فقراء ومساکین کو کھلاؤ، یعنی آپ نے طریقہ بدل دیا اور ذبح کا رخ موڑ دیا کہ دور جاہلیت میں اصنام کے نام پر ذبح کرتے تھے، اب اللہ کے نام پر ذبح کرو اور مالک سے تقرب حاصل کرو کسی ماہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، پھر آپ سے عرض کیا کہ ہم دور جاہلیت میں فرع ذبح کیا کرتے تھے تو اب آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں، یعنی ہم اس کو چھوڑ دے یا اس کو کریں اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سائمہ میں ایک فرع ہے، پس اس حدیث سے یہ معلوم ہوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کہ آپ نے فرع اور عتیرہ کا حکم دیا ہے۔

فرع: اسکی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، (۱) جاہلیت کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کی اونٹنی پہلا بچہ جنتی تو وہ لوگ اس پہلے بچہ کو اپنے بتوں کے نام پر قربان کیا کرتے تھے، لیکن جب اسلام آیا تو بتوں کے نام پر قربانی بند ہوگئی، لیکن پھر اللہ کے نام پر اس پہلے بچے کو قربان کیا کرتے تھے اسی کو فرع کہتے تھے۔ (۲) اکثر اہل لغت کہتے ہیں کہ اونٹنی سے جو پہلا بچہ پیدا ہوتا تھا، اس کو نسل میں برکت کے عقیدے کی وجہ سے ذبح کیا جاتا تھا، اسکو (فرع) کہتے تھے، مزید تفصیل کیلئے دیکھئے (السمح المحمود ص ۹/۳۱۶)

عتیرۃ (ض) ذبح کرنا، عتیرۃ فعیلۃ کے وزن پر ہے، وہ جانور جس کو ذبح کیا جائے، زمانہ جاہلیت میں ماہ رجب میں بتوں کی تعظیم کیلئے ایک جانور ذبح کرتے تھے، اس کو عتیرہ کہا جاتا تھا، اور چونکہ یہ رجب میں کیا کرتے تھے، اس لئے اس کو رجبیہ بھی کہا جاتا تھا۔ حکم فرع اور عتیرہ کا حکم: جمہور فرماتے ہیں کہ فرع وعتیرہ کی تمام روایات منسوخ ہیں اور اب فرع وعتیرہ غیر مشروع ہیں۔ (ج) امام ابوداؤد اس سے اس کی طاقت اور قوت کو بتلا رہے ہیں کہ وہ ایسا جوان اور طاقتور ہو جائے کہ اس سے سفر حج کیا جا سکے۔

ابوداؤد شریف ۱۳۹۱

(۲۱) سوال: عن أبی هریرةؓ أنّ النبیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم قال لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیرَةَ نادیٰ رجلٌ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الخ.

(الف) ترجمہ کرکے مطلب تحریر کریں۔

(ب) اس حدیث میں فرع کا مفہوم کیا بتایا گیا ہے (ج) سائمہ کی مقدار ابوقلابہ کیا بتلاتے ہیں۔ (د) اور حدیث عائشہ میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔ (ہ) وقال بعضھم میں بعض نے فرع کا کیا حکم بیان کیا ہے۔ (و) حدیث بالا میں فرع اور عتیرہ کی جو نفی کی گئی ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے اس کے وجوب کا نسخ مراد ہے یا استحباب کا بھی

(جواب الف) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اسلام میں) فرع اور عتیرہ نہیں ہے، اس سوال میں نادیٰ رجلٌ والی حدیث کا ترجمہ اور مطلب سوال نمبر ۲۰ر میں گذر گیا

(ب) یہ سوال نمبر ۲۰ر میں گذر گیا ہے، (ج) سائمہ کی مقدار ابو قلابہ یہ بتلاتے ہیں کہ سو جانور ہوں تو فرع ہوتا ہے (یعنی ابو قلابہ نے سائمہ کی مقدار سو بتلائی ہے) (د) حدیث عائشہ میں پچاس بکریوں میں ایک بکری کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

(ہ) وقال بعضھم میں بعض نے فرع کا یہ حکم بیان کیا ہے کہ اونٹ کا سب سے پہلا بچہ جب پیدا ہوتا تھا تو کفار اس کو بتوں کے نام پر ذبح کر کے کھا لیتے تھے، اور اس کی کھال کو درخت پر ڈال دیتے تھے۔

(و) اس میں اختلاف ہے فقہاء کرام کے درمیان، امام شافعیؒ اور امام بیہقیؒ نے صرف وجوب کا نسخ مانا ہے استحباب کا نہیں، اور کہا کہ "لَافَرَعَ واجِبٌ وَعَتِيرَةَ واجبةٌ" لیکن باقی جمہور نے وجوب اور استحباب دونوں کا نسخ مراد لیا ہے۔

ابوداؤد شریف ۳۹۳

(۲۲) سوال: عَنْ عَدِی بنِ حَاتِمٍ قال: سألتُ النبیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم، قلتُ إنّی أرسِلُ الکلابَ المُعَلَّمَةَ فَتُمسِکُ عَلَیَّ أفاکُلُ، قال: إذا أرسَلتَ الکلابَ المُعَلَّمَةَ وَذکَرتَ اسمَ اللّٰهِ، فکُلْ مِمَّا أمسَکْنَ عَلَیکَ قُلتُ وَإنْ قَتَلنَ، قال وَإنْ قَتَلنَ مَا لَمْ یُشرِکُها کَلبٌ لَیسَ مِنها،

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) باوضاحت مطلب لکھتے ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ئے کلب معلم کی تعریف بیان کیجئے (ج) نیز یہ ذکاۃ اضطراریہ کب کافی ہے اور کس وقت ذبح اختیاری ضروری ہوجاتا ہے، (د) اور کلب معلم کے ارسال کے وقت تسمیہ کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

(جواب الف) حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتا ہوں (شکار کے پیچھے) اور وہ شکار کو پکڑ لیتا ہے (اور کھاتا نہیں ہے) تو کیا میں اس کو کھالوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو اور بسم اللہ پڑھ لو تو جو شکار اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے اس کو کھالو، عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ اس شکار کو مار ڈالے (تو بھی حلال ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر چہ وہ مار ڈالیں، تو بھی حلال ہے، جب تک دوسرا غیر سدھایا ہوا کتا اس شکار کے مارنے میں شریک نہ ہوا ہو،

(ب) حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، ہم اپنے سدھائے ہوئے کتے جو دشکار کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں، شکار کرنے کے لئے چھوڑتے ہیں، جب کتے اس شکار کے جانور کو ہمارے پاس لاتے ہیں، تو بعض اوقات وہ جانور مر چکا ہوتا ہے، تو اب یہ شکار ہمارے لئے حلال ہوگا یا نہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جس جانور کو تمہارے کتے روک کر لائے ہوں اس کو تم کھا سکتے ہو، یعنی اگر کتے نے شکار کے جانور کو نہیں کھایا ہے، بلکہ اس کو تمہارے لئے روک کر رکھا ہے، لیکن اگر اس نے کچھ کھالیا ہے تو اس شکار کو تم نہیں کھا سکتے ہو، اسلئے کہ اس صورت میں وہ جانور ما اکل السبع میں داخل ہوجائیگا، اور اس کتے کا کھالینا اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ اپنے لئے شکار کر رہا ہے نہ کہ تمہارے لئے۔ پھر حضرت عدی بن حاتمؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ چاہے ان کتوں نے اس جانور کو قتل ہی کر دیا ہو اور ہمیں ذبح کرنے کا موقع نہ ملا ہو، تب بھی یہی حکم ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر چہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان کتوں نے اس کو جان سے ماردیا ہوتب بھی تمہارے لئے حلال ہے جبکہ تم نے اپنا کتا شکار کی طرف بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہوا اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شریک نہ ہوا ہو، اور اگر دوسرا کتا شریک ہو گیا ہو تو تمہارے لئے وہ شکار حلال نہیں ہو گا، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے نا کہ دوسرے کتے پر جب کہ جانور دونوں کے مشترکہ حملہ سے ہلاک ہوا ہے، اس لئے یہ جانور تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔

ألكلبِ المعلم

امام احمدؒ، صاحبین، اور امام اعظمؒ کا قول یہ ہے کہ کتے معلم ہونے کی تین شرطیں ہیں، (۱) بھیجنے سے چلا جائے اور روکنے سے رک جائے (۲) شکار نہ کھائے بلکہ مالک کے لئے روک کر رکھے، (۳) ان دونوں کاموں کا کم از کم تین مرتبہ تجربہ ہو جائے: امام مالک کے نزدیک صرف ایک شرط ہے بھیجا جائے تو چلا جائے اور روکا جائے تو رک جائے

امام شافعیؒ نے تعلیم کلب کا مدار عرف پر رکھا ہے کہ جب عرف میں اس کو معلم کہا جانے لگے تو معلم ہو گا ورنہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا اصل مذہب ہے کہ تعلیم کلب کا اعتبار مبتلیٰ بہ کی رائے پر ہے۔

(ج) ذکاۃ اضطراری اس وقت ہے جب کلب معلم شکار کو مردہ لائے یا اتنی دیر تک زندہ نہ رہے کہ اس کو ذبح کیا جا سکے اور ذبح اختیاری اس وقت ہو گا جب اتنی دیر تک زندہ رہے کہ ذبح کیا جا سکے تو اس وقت ذبح اختیاری ضروری ہے۔

(د) کلب معلم کے ارسال کے وقت تسمیہ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شکار ہو یا ذبیحہ بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے واجب نہیں۔ دلیل۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حُرِّمت عليكم الميتة اِلیٰ قوله اِلاّ ماذكيتم اس آیت کریمہ میں مطلق ذکوۃ کو حلت کا سبب قرار دیا گیا ہے تسمیہ کی کوئی شرط نہیں ہے (۲) دلیل قوله عليه السلام: المسلم يذبح عليٰ اسم الله تعالى سمّى أو لم يسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ذبیحہ میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے حالت عمد میں اور حالت نسیان میں شرط نہیں لیکن شکار کی صورت میں حالت عمد ہو یا نسیان بسم اللہ کا پڑھنا شرط ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حالت عمد میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اور حالت نسیان میں نہیں خواہ ذبیحہ ہو یا شکار۔ دلیل۔ ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وانه لفسق یہ آیت کریمہ عمداً کی صورت کو شامل ہوگی کیونکہ اس میں وانہ لفسق کی قید کا بڑھانا اس بات کی دلیل ہے کہ ترک تسمیہ عمداً ہی مراد ہے، اس لئے کہ عمد کی صورت میں ہی فسق کرتا ہے ناسی تو مرفوع الحکم ہے۔

(۲) حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث إذا أرسلت كلبك المعلم وذكرت اسم الله عليه فكل الخ یہاں پر کتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی شرط لگائی گئی ہے، امام مالک حالت عمد اور حالت نسیان میں بسم اللہ کو شرط قرار دیتے ہیں خواہ ذبیحہ ہو یا شکار۔ دلیل۔ ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وانه لفسق کے عموم سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متروک التسمیہ کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے خواہ حالت عمد میں ہو یا نسیان میں اگر دونوں میں فرق ہوتا تو اس کی تفصیل بیان کی جاتی مگر امام ابوحنیفہؒ نے ان سب کی دلیلوں کے جواب دیۓ ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے (السمح المحمود ص ۹/۳۴۳)

ابوداؤد شریف ص ۳۹۴

(۲۳) سوال: انّ اعرابيّاً يقال لهٗ : أبو ثعلبة قال : يا رسول الله اِنّ كِلاباً مُكَلَّبَةً فأفْتِنِي فِي صَيْدِهَا : فقال النبيُّ ﷺ ، اِنْ كَانَ لَكَ كِلاباً مُكلبة فَكُلْ ممّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ ، قال ذَكِيّاً أو غيرَ ذَكِيٍّ . قال نعم ، قال ، فإن اَكَلَ مِنْهُ قال : وإن اَكَلَ مِنْهُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) کلب مکلب و معلم کا اطلاق کب ہوگا اس میں ائمہ کا مذہب نقل کریں، (ب) ذکیًا اور غیر ذکی کی تفصیل وتشریح کریں (ج) وَاِنْ اَکَلَ مِنْہُ کی صورت میں شکار کا حلال ہونا کس امام کا مذہب ہے۔ (د) امام ابوحنیفہؒ کا کیا قول ہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے تو ان کی دلیل اور اس حدیث کا جواب تحریر کریں:

(جواب الف) اس کا جواب سوال نمبر ۲۲ میں گزر گیا ہے:

(ب) ذکیًا اور غیر ذکیّ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ ذکیّ سے مراد وہ جانور ہے جس کو کتے نے روک لیا ہو اور جانور ابھی زندہ ہے پھر مالک اس کو ذبح کریگا، اور غیر ذکی سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور مالک کے پاس آنے سے پہلے ہی مر جائے۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ذکی سے مراد وہ جانور ہو جس کو کتا زخمی کردے اور اس کا خون بہہ جائے، اور غیر ذکی سے مراد وہ جانور ہو جو مالک کو زندہ ملے یعنی وہ کتے کا ذبح کیا ہوا نہیں ہے بلکہ مالک اس کو ذبح کریگا (اسح المحمود ص ۹/۳۵۴ ۔ القول المحمود ص ۳۵)

(ج) وَاِنْ اَکَلَ مِنْہُ کی صورت میں شکار کا حلال ہونا امام مالکؒ کا مذہب ہے اور یہی مذہب سعد بن ابی وقاصؓ، سلمان فارسیؓ، اور ابن عمرؓ کا ہے (الحل المحمود ص ۳۰۶)

(د) حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کتا اس میں سے کھالے تو شکار مالک کے لئے حلال نہیں ہے، دلیل ۔ فَاِنْ اَکَلَ الکلبُ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنّی اَخَافُ اَنْ یَکُوْنَ اِنَّما اَمْسَکَہُ عَلٰی نَفْسِہٖ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَکُلُوْا مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ:

دلیل کا جواب، حدیث شریف کا جواب یہ ہے کہ کتے نے شکار کیا اور اس کو چھوڑ دیا، اور شکار سے جدا ہو گیا پھر دوبارہ آکر شکار سے کھالیا تو اس صورت میں کتے کے کھانے سے وہ شکار حرام نہیں ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ ابوثعلبہ کی روایت ضعیف ہے، جس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے (اسح المحمود)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ابوداؤد شریف ص ۳۹۸

(۲۴) سوال: عن ابنِ عُمَرؓ قال : أصابَ عمرُ أرْضاً بِخَيبَرَ ، فأتی النبيَّ ﷺ ، فقال : أصبتُ أرْضاً لم أُصِبْ مَالاً قَطُّ أنفسَ عِندِي مِنهُ ، فَكَيفَ تَأْمُرُنِي بِهِ قال إن شئتَ حَبَسْتَ أصلَها فتصدق بها عمرُ انه لا يباعُ اصلُها وَلا يوهبُ ، ولا يورثُ للفقراء والقرباء وَالرِّقابِ ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابنِ السَّبِيلِ؛

(الف) عبارت با اعراب لکھکر ترجمہ کیجئے (ب) باوضاحت مطلب لکھئے (ج) نیز وقف کی تعریف مع اقسام لکھئے۔

(جواب الف) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی، تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا، آپ ﷺ اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی ملکیت روک لو اور اس کے منافع کو صدقہ کردو، چنانچہ حضرت عمرؓ نے صدقہ کردیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے، اور نہ ہی میراث میں آئے، اس سے فقراء، قربی، غلام، مجاہدین اور مسافرین نفع اٹھائیں۔

(ب) اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی تو حضرت عمر حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا اور وہ زمین جو حضرت عمرؓ کو ملی تھی اس کا نام ثمغ تھا، بعض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین خیبر میں تھی اور بعض روایات میں ہے کہ یہ زمین مدینہ میں تھی، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ زمین خیبر ہی میں تھی اور اس کی مقدار ان سو حصوں کے برابر تھی جو حضرت عمرؓ کو خیبر کی مال غنیمت میں سے ملے تھے (فتح الباری ص ۵/۵۰۲)

أنفس عندي منه۔ حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا کیونکہ یہ زمین بڑی عمدہ تھی جو دل کو بھانے والی تھی اور اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لن تنالوا البرَّ حتّی تنفقوا مما تحبون نازل فرمایا تو بہت سے صحابہ نے اپنے اپنے محبوب اور پسندیدہ مال کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور انہی میں سے حضرت عمرؓ بھی ہے یعنی حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی رائے معلوم کر کے اس کو خرچ کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا إن شئتَ حبستَ أصلها اگر تم چاہو تو اس کی ملکیت روک لو یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر باقی رکھوں اور اس کے منافع کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دو چنانچہ حضرت عمرؓ نے صدقہ کر دیا اور کہا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے اور نہ ہبہ کی جائے اور نہ ہی میراث میں آئے اس سے فقراء، قربی، غلام، مجاہدین، اور مسافرین نفع اٹھائیں یعنی اس زمین کو بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت جاری ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے یہ شرائط حضرت عمرؓ کی بیان کردہ ہے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ ان شرائط کو خود حضور ﷺ نے بیان کیا ہے تو ان دونوں باتوں میں تطبیق کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو یہ شرائط بتلائیں اور انہوں نے ان شرائط پر عمل کیا اس وجہ سے دونوں کی طرف نسبت کر دی گئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِلفُقراء سے عام فقراء مراد ہیں، اور قربٰی سے کون لوگ مراد ہے اس میں دو قول ہیں

(۱) وہ اقرباء مراد ہیں جن کا تذکرہ وَاعلموا أنما غنمتم من شيء الخ میں کیا گیا ہے

(۲) یا اقرباء سے مراد واقف کے اقرباء ہیں، علامہ قرہبی نے قول ثانی کو ہی راجح قرار دیا ہے۔

وفي الرقاب وہ غلام جو مکاتب ہیں ان کا بدل کتابت ادا کرنے میں اس کے منافع کو خرچ کیا جائے اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس زمین کی آمدنی سے غلام خریدے جائیں اور پھر ان کو آزاد کیا جائے۔

في سبيل الله یہاں یہ اپنے عمومی معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ اس سے منقطع الحاج الغزاة مراد ہیں مثلاً ایک شخص حج کے لئے نکلا راستہ میں سواری ہلاک ہوگئی، اور ابن السبیل سے مراد مسافر ہے جس کے پاس گھر تو مال ہو لیکن اس وقت سفر میں اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے گھر واپس جا سکے۔

(ج) وقف کی تعریف: وقف کے لغوی معنیٰ حبس اور روکنے کے ہیں کہا جاتا ہے حبستُ الأرضَ وَوَقَفْتُها.

حنفیہ نے وقف کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے اِنّہٗ حبس العین علیٰ حکم ملک اللّٰہ تعالیٰ والتصدق بالمنفعةِ

وقف کی دو قسمیں ہیں (۱) وقف لازم (۲) وقف غیر لازم)

وقف لازم: واقف کسی چیز کی ذات کو ہی وقف کردے، جیسے زمین کو مسجد کے لئے یا قبرستان کے لئے وقف کردینا اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں واقف کو رجوع کا حق نہیں، اسی طرح نہ اس کو بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اس میں وارثت جاری ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وقف غیر لازم: یہ ہے کہ شیئی کی ذات کو تو وقف نہ کرے بلکہ اس کے منافع کو صدقہ کردے مثلاً یہ کہہ دے کہ اس زمین سے جو آمدنی ہونگی وہ مسجد کے لئے یا فقراء کے لئے وقف ہے۔

پھر اس وقف غیر لازم کی تین صورتیں ہیں:

(۱) واقف نے وقف کو موت کی جانب منسوب کیا ہوگا مثلاً کہے کہ یہ چیزیں میری زندگی میں وقف ہے اور مرنے کے بعد صدقہ ہے

(۲) واقف نے کسی شئی کی منفعت کو مطلقاً وقف کیا اور مابعد الموت کی طرف منسوب نہیں کیا، مثلاً یہ کہا کہ میں نے اپنی زمین کی آمدنی کو فلاں آدمی پر وقف کردیا، اور مرنے کے بعد کوئی حکم بیان نہیں کیا لیکن کسی حاکم نے اس کے لزوم کا فیصلہ کردیا ہو تو دونوں صورتوں میں وقف لازم ہی ہوگا۔

(۳) واقف کسی چیز کی منفعت صدقہ کردے اور اس کو مابعد الموت کی طرف منسوب نہ کرے اور اس کے ساتھ حاکم کا فیصلہ بھی متصف نہ ہو مثلاً کہے کہ میں نے اپنے گھر کی آمدنی کو فلاں شخص پر وقف کردیا اس میں امام ابوحنیفہؒ اور جمہورؒ کے درمیان اختلاف ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وقف لازم نہیں ہوگا لہٰذا اس میں واقف کے لئے رجوع جائز ہے اسی طرح اس کو بیچنا، ہبہ کرنا جائز ہے اور جمہورؒ فرماتے ہیں کہ وقف لازم ہی ہوتا ہے کسی صورت میں بھی وقف غیر لازم نہیں ہوتا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۳۹۸

(۲۵) سوال: عن أبی هریرة أنَّ رَسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إذا ماتَ الإنسانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ، ألّامِنْ ثَلٰثَةِ أشْیاء، مِنْ صَدَقَةٍ جارِیَةٍ، أوْ عِلْمٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يُنْتَفَعُ بِهٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ"

(الف) عبارت بااعراب لکھکر ترجمہ ومطلب لکھئے۔

(ب) میت کو جن چیزوں کے ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے اس بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل تحریر کیجئے، نیز امام اعظم کا مسلک مع الدلیل لکھئے اور دیگر حضرات کے جواب بھی سپرد قلم فرمایئے۔

(ج) کیا اس مختلف فیہ مسئلہ کا اس حدیث سے بھی کوئی تعلق ہے۔

(جوابِ الف) حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، یعنی صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے انتفاع کیا جاتا ہو، اور ولد صالح جو اس کے لئے دعاء کرے۔

مطلب: اس حدیث شریف میں ایصال ثواب کا بیان ہے یعنی جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کا عمل بھی ختم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عمل کا وجود ہی نہیں ہوتا، مگر یہ تین قسم کے کام مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں، اس لئے ان کا ثواب بھی ملتا رہتا ہے، روایت میں قرین قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ جاریہ سے مراد وقف ہے، اور ولد صالح سے مراد مؤمن ہے، اور اس میں یدعو کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو اس بات کی ترغیب دینے کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی شاندار تربیت کریں کیونکہ نیک اولاد ہی سے دعاء کی بھی امید ہوتی ہے، نیک اولاد ہی مرنے کے بعد ثواب پہنچاسکتی ہے، اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی صالح اور اچھی تربیت کریں۔ (التعلیق المحمود ص ۹/۳۹۲)

(ب) عبادت بدنیہ اور تلاوت کلام پاک وغیرہ کے ثواب پہنچنے میں اختلاف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف حج، صدقہ اور دعاء کا ثواب ہی پہنچ سکتا ہے، اس کے علاوہ کسی عبادت کا ثواب میت کو نہیں پہنچے گا، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ میت کو کسی بھی طرح کی عبادت کا ثواب نہیں پہنچتا ہے، خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی ہو۔

معتزلہ کی دلیل: قرآن کی آیت ہے "لیس لِلْانسان الّا ما سعیٰ" اور ظاہر ہے کہ دوسرے کی سعی اور کوشش اس کی سعی اور کوشش نہیں ہے لہذا دوسرے کے عمل کا ثواب اس کو نہیں پہنچ سکتا، اور حدیث پاک بھی معتزلہ کی دلیل ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ جب انسان سے اس کا عمل منقطع ہو گیا، تو ثواب کس چیز پر ملیگا، ثواب تو عمل ہی پر ملتا ہے۔ اور عمل ہو گیا منقطع لہذا ثواب بھی منقطع ہو جائیگا۔

شوافع اور مالکیہ کی دلیل: یہ ہے کہ ان ہی تین چیزوں کا ثواب پہنچانا منصوص ہے، دوسرے اعمال کو ان پر قیاس نہیں کیا جائیگا۔

امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کی دلیل: جب انسان کے پاس کوئی چیز ہو تو اسکو اختیار ہے کہ کسی کو بھی ہبہ کر دے، تو اسی طرح عبادات بدنیہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب بھی دوسروں کو ھبہ کر سکتا ہے۔

معتزلہ کے دلائل کا جواب (۱) آیت کریمہ میں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے۔

(۲) آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی صرف اپنی سعی کا حقدار ہے دوسرے کی سعی اور کوشش کا مالک اور حقدار نہیں ہے۔

"انقطع عملہ" والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اس کی نفی نہیں ہے کہ دوسرے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے عمل کا ثواب نہیں پہنچتا بلکہ اس حدیث اور دیگر روایات سے کا اثبات ہے۔ شوافع اور مالکیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں تین چیزوں کے علاوہ ثواب پہنچانے کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثواب پہنچانا ایک کلی ہے، اور کسی بھی چیز کے ثبوت کے لئے کلی کے ہر ہر جزء کو ثابت کرنا ضروری نہیں، بلکہ کلی کے ایک جز کو ثابت کرنے کے بعد اس کے دوسرے تمام اجزاء کو اسی پر قیاس کرلیا جاتا ہے، اور ایک جز کو ثابت کر کے ضابطہ بنا لیا جاتا ہے، اور جب تین عبادتوں کا ثواب پہنچانا بھی ثابت ہوگیا تو تمام عبادتوں کا ثواب پہنچانا بھی ثابت ہوجائیگا۔ (السمح المحمود ص ۹/۳۹۴۔ فتح الملہم ص ۳/۳۹)

(ج) اس مختلف فیہ مسئلہ کا حدیث سے تعلق ہے کیونکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، (صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے انتفاع کیا جاتا ہو۔

(۳) ولد صالح جو اس کیلئے دعاء کرے تو معلوم ہوا کہ مختلف فیہ مسئلہ کا حدیث سے تعلق ہے۔

MAKTABA SAUTUL QURAN
DEOBAND (U.P.) PIN 247554
Mob 9358911053+01336223460

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

Azeem Computers
09411485040

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551